باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت
بلوچستان کا کثیر الاشاعت
ABC Certificate
ممبر آف APNS

روزنامہ
بلوچستان لائینز
کوئٹہ

چیف ایڈیٹر حاجی بابو خروٹی Ph:081-2827012 ایڈیٹر محمد بلال خروٹی
Email.balochistanlines@gmail.com

جلد نمبر 18	بروز منگل 05 مئی 2026ء 1447 ھجری	صفحات 4 قیمت 05 روپے	شمارہ نمبر 266

موسمیاتی تبدیلیوں سے متاثرہ ممالک میں پاکستان سرفہرست ہے، انعام حیدر ملک

پوری دنیا کو موسمیاتی تبدیلیوں کا سامنا ہے زمین کے درجہ حرارت میں اضافہ ہورہا ہے، چیئرمین این ڈی ایم اے

زمین کے درجہ حرارت میں اضافہ ہورہا ہے، موسمیاتی تبدیلیوں سے متاثرہ ملکوں میں پاکستان سرفہرست ہے

اسلام آباد(اے این این) چیئرمین این ڈی ایم اے لیفٹیننٹ جنرل انعام حیدر ملک نے کہا ہے کہ موسمیاتی تبدیلیوں سے متاثرہ ملکوں میں

بقیہ 1 صفحہ 3 پر

گورنر بلوچستان جعفر خان مندوخیل سے صوبائی وزیر میر شعیب نوشیروانی ملاقات کررہے ہیں

حج پروازیں جاری 32454 سرکاری 4789 پرائیویٹ عازمین سعودی عرب پہنچ گئے

پاکستان حج مشن کے مین کنٹرول آفس کے تحت عازمین کو مختلف سہولیات فراہم کی جارہی ہیں

لاہور(اے ایف بی) پاکستان سے حج پروازوں کے ذریعے عازمین حج کا سعودی عرب روانگی کا سلسلہ جاری ہے۔حکام کے مطابق 126 پروازوں کے ذریعے 32ہزار 454 سرکاری عازمین حج سعودی عرب پہنچ گئے، 4ہزار 489 پرائیویٹ عازمین حج بھی سعودی عرب پہنچ گئے۔ حج حکام کے مطابق 4 مئی سے جدہ کیلئے براہ

بقیہ 2 صفحہ 3 پر

پاکستان نے ڈیجیٹل صلاحیتوں میں کئی ممالک کو پیچھے چھوڑ دیا

ایس سی او سافٹ ویئر ٹیکنالوجی پارک میرپور اور سیسکو اکیڈمی کی 70 سے زائد ممالک میں پہلی پوزیشن

اسلام آباد(اے ایف بی) سپیشل کیمونیکیشن آرگنائزیشن سافٹ ویئر ٹیکنالوجی پارک میرپور اور سیسکو اکیڈمی نے عالمی سطح پر پاکستان کا نام روشن

بقیہ 3 صفحہ 3 پر

حکومت کی تمام تر توجہ اس وقت عالمی سطح پر استحکام لانے پر ہے، احسن اقبال

امریکہ اور ایران کے درمیان حالیہ کشیدگی اور جنگی صورتحال نے عالمی معیشت کو ہلا کر رکھ دیا تھا، تاہم پاکستان کے کلیدی کردار کی بدولت حالات قابو میں آئے

پاکستان کی عسکری اور سیاسی قیادت نے مل کر خطے اور دنیا کو ایک تباہ کن جنگ سے بچانے کے لیے دن رات کام کیا ہے، وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی

نارووال) جی این ایم (وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی احسن اقبال نے کہا ہے کہ پاکستان کی اعلیٰ قیادت کی بروقت سفارتی مداخلت نے دنیا کو ایک بڑے معاشی بحران سے بچالیا، اگر وزیراعظم شہباز شریف اور فیلڈ مارشل عاصم منیر امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ بندی نہ کراتے تو عالمی سطح پر تیل کی قیمتیں قابو سے باہر ہو جاتیں۔شکرگڑھ میں ایک کارنر میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے

بقیہ 4 صفحہ 3 پر

پاکستان اپنی خودمختاری پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا، وزیر اعلیٰ بلوچستان

معرکہ حق پاکستان کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے اتحاد، عزم اور قربانی کا پیغام دیتا رہے گا۔وزیر اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو آزمائشوں سے نکھرا ہے اور قربانیوں سے مضبوط ہوا ہے، پاکستان امن کا خواہاں ہے مگر یہ امن عزت، برابری اور خودمختاری کے اصولوں پر مبنی ہونا چاہیے

کوئٹہ(خ ن) وزیر اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی نے کہا ہے کہ ”معرکہ حق“ محض ایک عسکری کامیابی نہیں بلکہ قومی عزم، حوصلے اور اتحاد کی ایک روشن علامت ہے جس نے ثابت کیا کہ پاکستان اپنی خودمختاری اور دفاع پر کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا

بقیہ 5 صفحہ 3 پر

کراچی: پیپلز پارٹی کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری 'مارکہ حق' کی سالانہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مسلح افواج اور شہریوں کو خراج تحسین پیش کررہے ہیں

معرکہ حق نے پاکستان کو عزت، وقار اور تاریخی کامیابی دلائی، رانا ثناء اللہ

یہ کامیابی شہدا کی بے مثال قربانیوں کا نتیجہ ہے، شہدا کے خاندان قوم کا قیمتی اثاثہ ہیں اور ہم سب شہدا کے اہلخانہ کے مقروض ہیں

شہید کے درجات کی بلندی کیلئے دعا کی اور اہلخانہ سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے صبر و حوصلے کو خراجِ تحسین پیش کیا

فیصل آباد) جی این ایم (وزیراعظم کے مشیر برائے سیاسی امور رانا ثنا اللہ فیصل آباد میں شہید حوالدار محمد نوید انصاری کے گھر پہنچے اور اہلخانہ سے ملاقات کی۔انہوں نے شہید کے درجات کی بلندی کیلئے دعا کی اور اہلخانہ سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے صبر و حوصلے کو خراجِ تحسین پیش کیا۔رانا ثنا اللہ نے شہید کے اہلخانہ سے ملاقات کے دوران کہا کہ شہدا کی قربانیاں قوموں کی

بقیہ 6 صفحہ 3 پر

فائر فائٹرز کی اہمیت سے متعلق عوامی آگاہی وقت کی اہم ضرورت ہے: مریم نواز

بڑی عمارتوں اور مارکیٹوں میں فائر ہائیڈرنٹس کی دستیابی یقینی بنائی جا رہی ہے

لاہور: (اے ایف بی) وزیر اعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف نے کہا ہے کہ فائر فائٹرز کی اہمیت سے متعلق عوامی آگاہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔مریم نواز شریف نے عالمی یوم فائر فائٹرز کے موقع پر اپنے خصوصی پیغام میں فائر فائٹرز کی خدمات، فرض شناسی اور قربانیوں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔اپنے بیان میں وزیراعلیٰ پنجاب کا کہنا تھا

بقیہ 7 صفحہ 3 پر

کوئٹہ، سول لائنز پولیس کی کامیاب کارروائی، موٹر سائیکل چور گروہ اور اشتہاری ملزمان گرفتار

کوئٹہ (یو این اے) ڈی آئی جی کوئٹہ عمران شوکت اور ایس ایس پی آپریشن کوئٹہ کی ہدایات پر ڈی ایس پی سٹی قادر قمبرانی کی نگرانی میں ایس ایچ او سول لائنز جواد حیدر و دیگر پولیس آفیسران نے

بقیہ 9 صفحہ 3 پر

کراچی پورٹ پر صفائی مہم میں 16 ہزار کلو گرام سے زائد کچرا برآمد

آلودگی سے پاک بندرگاہیں محفوظ نیویگیشن کے لئے ناگزیر ہیں، وفاقی وزیر جنید انوار چوہدری کا صاف اور پائیدار سمندری ماحول کے عزم کا اعادہ

اسلام آباد(اے ایف بی) کراچی پورٹ پر صفائی مہم میں 16 ہزار کلوگرام سے زائد کچرا برآمد ہوا ہے۔وفاقی وزیر بحری امور محمد جنید انوار چوہدری نے صاف اور پائیدار سمندری ماحول کے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ آلودگی سے پاک بندرگاہیں محفوظ نیویگیشن کے لیے ناگزیر ہیں۔انھوں نے کہا کہ کراچی بندرگاہ پر بڑھتی تجارتی سرگرمیوں کے پیش نظر مستقل صفائی کو یقینی بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔وزیر بحری امور کے

بقیہ 8 صفحہ 3 پر

معرکہ حق کی فتح کا ایک سال مکمل ہونے پر گنڈا سنگھ بارڈر پر شاندار تقریب

قصور (این این آئی) معرکہ حق کی فتح کا ایک سال مکمل ہونے پر گنڈا سنگھ بارڈر قصور میں شاندار تقریب کا انعقاد کیا گیا۔معرکہ حق اور آپریشن بُنیان مرصوص میں فتح کا ایک سال مکمل

بقیہ 10 صفحہ 3 پر

پاکستان: 2025 میں جبری گمشدگیوں کے 273 نئے کیسز رجسٹرڈ

پاکستان بنیادی حقوق کے نفاذ کے حوالے سے 143 ممالک میں سے 130 ویں نمبر پر آیا۔

اسلام آباد (این این آئی) 2025ء میں جبری گمشدگیوں کے 273 نئے کیسز سامنے آئے گئے۔پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال پر ہیومن رائٹس کمیشن کی سالانہ رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ کیسز خیبر پختونخوا سے سامنے آئے۔27ویں آئینی ترمیم سے حکومتی ڈھانچے میں بڑی تبدیلیاں آئیں، ایگزیکٹو کو ججز کی تقرری میں براہ راست اختیار حاصل ہوگیا۔رپورٹ کے مطابق اے ٹی سی ترمیمی ایکٹ سے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو شہریوں کی 3 مہینے تک حراست کی اجازت ملی۔سال 2025 میں سزائے

بقیہ 11 صفحہ 3 پر

ون کانسٹیٹیوشن ایونیو کیس، سی ڈی اے کا لیز منسوخی آرڈر قانونی قرار، کمپنی کی درخواست مسترد

درخواست گزار نے سپریم کورٹ کے مقرر مالیاتی شرائط کی پاسداری نہیں کی، انویسٹرز اپنے حقوق کیلئے متعلقہ فورم سے رجوع کرسکتے ہیں

اسلام آباد (این این آئی) اسلام آباد ہائیکورٹ نے ون کانسٹیٹیوشن ایونیو کیس میں کمپنی کی لیز منسوخی کیخلاف درخواست مسترد کردی۔ چیف جسٹس اسلام آباد ہائیکورٹ محمد سرفراز ڈوگر نے تحریری فیصلہ جاری کرتے ہوئے سی ڈی اے کے 8 مارچ 2023ء کو جاری لیز منسوخی کے آرڈر کو قانونی قرار دے دیا اسلام آباد ہائیکورٹ نے

بقیہ 12 صفحہ 3 پر

سپریم کورٹ، چھوٹو گینگ کے سرغنہ سمیت 3 ملزمان کی 6، 6 بار سزائے موت برقرار

گینگ اپنے علاقے میں بادشاہ بن چکا تھا، کارروائیوں کے باعث پولیس سٹیشن تک بند کرنا پڑے، ریمارکس

اسلام آباد (این این آئی) سپریم کورٹ نے چھوٹو گینگ کے سرغنہ غلام رسول عرف چھوٹو سمیت 3 ملزمان کی 6، 6 بار سزائے موت برقرار رکھتے ہوئے اپیلیں خارج کردیں۔پیر کو جسٹس ہاشم کاکڑ کی سربراہی میں 3 رکنی بینچ نے کیس کی سماعت کی، بینچ میں جسٹس اشتیاق ابراہیم اور جسٹس صلاح الدین پنہور شامل تھے۔دوران سماعت عدالت کو

بقیہ 13 صفحہ 3 پر

پاکستان سپر لیگ 11 کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر، کئی ریکارڈ بھی بنے

کراچی (این این آئی) پاکستان سپر لیگ 11 کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوگیا اس سیزن میں پی ایس ایل کے کئی ریکارڈ بھی بنے۔پاکستان سپر لیگ کا گیارھواں سیزن پشاور زلمی کے دوسری

بقیہ 14 صفحہ 3 پر

بلوچستان ہائی کورٹ نے اسمبلی عمارت گرانے کے ٹینڈر پر حکمِ امتناع جاری کر دیا

بلوچستان اسمبلی کی عمارت ایک تاریخی اور قومی ورثہ کی حیثیت رکھتی ہے

کوئٹہ (این این آئی) بلوچستان ہائی کورٹ نے بلوچستان اسمبلی کی عمارت کی ممکنہ مسماری سے متعلق جاری کیے گئے ٹینڈر نوٹس پر عبوری حکمِ امتناع جاری کرتے ہوئے متعلقہ حکام کو مزید کارروائی سے روک دیا ہے۔یہ حکم پیر کو چیف جسٹس محمد کامران خان ملاخیل اور جسٹس نجم الدین مینگل پر مشتمل ڈویژن بینچ نے آئینی درخواستوں کی سماعت کے دوران جاری کیا۔درخواستیں امان اللہ کنرانی ایڈوکیٹ اور نوابزادہ حاجی لشکری رئیسانی

بقیہ 15 صفحہ 3 پر

بلوچستان اسمبلی، قائمہ کمیٹی برائے داخلہ کے اجلاس میں وٹنس پروٹیکشن ترمیمی بل 2026 کا جائزہ

کوئٹہ (خ ن) بلوچستان صوبائی اسمبلی میں قائمہ کمیٹی برائے داخلہ کا ایک اہم اجلاس ممبر کمیٹی خیر جان بلوچ کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں صوبائی وزیر داخلہ میر ضیا اللہ لانگو، اصغر علی ترین، علی مدد جتک، سیکرٹری اسمبلی طاہر شاہ کاکڑ، ڈی آئی جی سی ٹی ڈی اعتزاز احمد گورایہ اور دیگر متعلقہ حکام نے شرکت کی۔ اجلاس کے دوران بلوچستان وٹنس پروٹیکشن (ترمیمی) بل 2026 پر تفصیلی غور و خوض

بقیہ 16 صفحہ 3 پر

اسلام آباد، وزیر اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی جمعیت علما اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمان سے ملاقات کررہے ہیں

اسلامی نظریاتی کونسل کسی فرد کیخلاف فوجداری مقدمے میں رائے دینے کی مجاز نہیں، اسلام آباد ہائیکورٹ

آئین میں ترمیم تک کونسل اپنے موجودہ مینڈیٹ سے تجاوز نہیں کرسکتی، تحریری فیصلہ

اسلام آباد (این این آئی) اسلام آباد ہائیکورٹ نے قرار دیا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کسی فرد کیخلاف فوجداری مقدمے میں رائے دینے کی مجاز نہیں۔ٹرانسفر سے قبل جسٹس محسن اختر کیانی کی جانب سے جاری فیصلے میں کہا گیا ہے کہ آئین کے آرٹیکل 229 اور 230 کونسل کو انفرادی مقدمات میں مداخلت کا اختیار نہیں دیتے۔عدالتی فیصلے کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل صرف قومی و صوبائی اسمبلیوں، صدر اور گورنرز کو رائے دے سکتی ہے، این سی آئی اے کا کونسل سے کسی فرد کے بیان پر رائے مانگنا غیر قانونی ہے۔ فیصلے مطابق

بقیہ 17 صفحہ 3 پر

ایڈیشنل چیف سیکرٹری منصوبہ بندی و ترقیات زاہد سلیم ایشین ڈویلپمنٹ بینک کی کنٹری ڈائریکٹر ایما فین (Emma Fan) کو شیلڈ پیش کررہے ہیں

پسنی میں دو افراد کی لاشیں برآمد، گولیاں مار کر قتل کیے جانے کا انکشاف

پولیس نے لاشیں تحویل میں لے کر تحقیقات شروع کردیں، ملزمان کی تلاش جاری

پسنی (یو این اے) بلوچستان کے ساحلی شہر پسنی میں دو افراد کی لاشیں برآمد ہونے کا واقعہ سامنے آیا ہے، جہاں ابتدائی تحقیقات کے مطابق دونوں افراد کو گولیاں مار کر قتل کیا گیا۔ واقعے کے بعد علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا جبکہ پولیس نے موقع پر پہنچ کر شواہد اکٹھے کر تے ہوئے تحقیقات کا آغاز کردیا ہے پولیس ذرائع کے مطابق مقامی افراد نے پسنی کے نواحی علاقے میں دو افراد کی لاشیں پڑی ہونے کی اطلاع دی، جس پر پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ٹیمیں فوری طور پر موقع پر پہنچ گئیں۔ پولیس نے علاقے کو

بقیہ 19 صفحہ 3 پر

کوئٹہ، چیف سیکرٹری کی ریٹائرمنٹ کے بعد اضافی مراعات کا نوٹیفکیشن سابق دور کا ہے، شاہد رند

کوئٹہ (خ ن) معاونِ خصوصی وزیر اعلی بلوچستان شاہد رند نے واضح کیا ہے کہ چیف سیکرٹری کے منصب سے ریٹائرمنٹ کے بعد اضافی مراعات سے متعلق نوٹیفکیشن سابق دور حکومت میں

بقیہ 18 صفحہ 3 پر

گنداخہ، چیئرمین میونسپل کمیٹی ڈاکٹر جاوید اختر جمالی کا شہر کا ہنگامی دورہ، عوامی مسائل کا جائزہ

گنداخہ (خ ن) میونسپل کمیٹی گنداخہ کے چیئرمین ڈاکٹر جاوید اختر جمالی نے گنداخہ سٹی کا ہنگامی دورہ کرتے ہوئے مختلف محلوں اور گلیوں میں درپیش عوامی مسائل کا تفصیلی جائزہ لیا۔دورے کے دوران صفائی ستھرائی، نکاسی آب، ٹوٹی سڑکوں، گلیوں کی خستہ حالی اور دیگر بنیادی شہری سہولیات کی کمی کا معائنہ کیا گیا۔اس موقع پر سماجی رہنما عادل حسین جمالی، سوشل ورکر نور محمد جمالی اور مقامی

بقیہ 21 صفحہ 3 پر

کوئٹہ: ایک ٹھیلے والا گاہکوں کو متوجہ کرنے کے لیے ٹوپیوں اور گرمیوں کی دیگر اشیا کی نمائش کررہا ہے۔

تربت ریسرچ فارم میں 20 کروڑ روپے اخراجات کا انکشاف، فصلوں میں بہتری نہ آسکی

آڈٹ رپورٹ میں محکمہ زراعت کی کارکردگی پر سوالات، ریسرچ منصوبے شروع نہ ہونے کا انکشاف

کوئٹہ (یو این اے) بلوچستان کے محکمہ زراعت کے تحت تربت میں قائم کھجوروں کے ریسرچ فارم ڈائریکٹوریٹ کے دفتری اخراجات میں مالی بے ضابطگیوں اور ناقص کارکردگی کا انکشاف سامنے آیا ہے۔ذرائع حکومتی رپورٹ کے مطابق مالی سال 2022-23 کے آڈٹ کے دوران معلوم ہوا کہ ادارے میں اسٹیبلشمنٹ اور آپریٹنگ اخراجات کی مد میں تقریباً 20 کروڑ روپے خرچ کیے گئے، تاہم اتنی بڑی رقم خرچ ہونے کے باوجود فصلوں کی بہتری، تحقیق اور ترقی کے حوالے سے خاطر خواہ پیش رفت سامنے نہیں آسکی

بقیہ 24 صفحہ 3 پر

کوئٹہ: ایک موٹر سائیکل سوار دیگر افراد کے ساتھ مل کر اپنی خراب گاڑی کو مرمت کی دکان کی طرف دھکیل رہا ہے۔

مقررہ نرخنامے پر سختی سے عملدرآمد کروایا جائے، مہراللہ بادینی

کوئٹہ (خ ن) ڈپٹی کمشنر کوئٹہ مہراللہ بادینی کی زیر صدارت انتظامی آفیسران کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔اجلاس میں شہر میں جاری پرائس کنٹرول مہم اور دیگر انتظامی امور کا تفصیلی جائزہ لیا

بقیہ 20 صفحہ 3 پر

بسیمہ، پاک فوج کے تعاون سے ایک روزہ فری میڈیکل کیمپ کا کامیاب انعقاد، سینکڑوں شہری مستفید

بسیمہ (خ ن) بسیمہ سٹی کے شیخ خلیفہ بن زید تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال بسیمہ میں پاک فوج کے تعاون سے ایک روزہ فری میڈیکل کیمپ کا شاندار اور کامیاب انعقاد کیا گیا جس نے علاقے کے عوام کے لیے ایک قابل قدر فلاحی سنگِ میل کی حیثیت اختیار کرلی انسانی ہمدردی پر مبنی اقدام میں سینکڑوں

بقیہ 22 صفحہ 3 پر

بلوچستان محکمہ صحت میں 40 ڈاکٹروں کی دوہری ملازمت بے نقاب، حتمی نوٹسز جاری

7 مستقل اور 33 کنٹریکٹ ڈاکٹرز محکمانہ کارروائی کی زد میں، برطرفی کا امکان

کوئٹہ (یو این اے) بلوچستان کے محکمہ صحت میں بڑے پیمانے پر انتظامی بے ضابطگیوں کا انکشاف سامنے آیا ہے جہاں 40 ڈاکٹروں کے بیک وقت دو مختلف ملازمتیں کرنے کا معاملہ سامنے آنے کے بعد محکمہ صحت نے سخت کارروائی کا آغاز کردیا ہے۔ذرائع کے مطابق محکمہ صحت بلوچستان نے ان تمام ڈاکٹروں کو حتمی نوٹسز جاری کرتے ہوئے وضاحت طلب کرلی ہے اور واضح کیا ہے کہ مقررہ وقت میں جواب جمع نہ کرانے یا غیر تسلی بخش وضاحت کی صورت میں متعلقہ ڈاکٹرز کے خلاف برطرفی سمیت سخت محکمانہ کارروائی عمل میں لائی

بقیہ 27 صفحہ 3 پر

بلوچستان میں زیتون کی کاشت کا سنگِ میل، 26 لاکھ پودے پیداوار کے مرحلے میں داخل

کوئٹہ (خ ن) بلوچستان میں زیتون کی

بقیہ 26 صفحہ 3 پر

چمن ایف سی ہیڈکوارٹرز کے قریب فائرنگ کا تبادلہ، ایک مبینہ حملہ آور ہلاک، دوسرا زخمی

سیکیورٹی اہلکار بھی زخمی، واقعے کے بعد سول ہسپتال اور اطراف میں سیکیورٹی سخت کر دی گئی

چمن (یو این اے) بلوچستان کے سرحدی شہر چمن میں ایف سی ہیڈکوارٹرز کے قریب سیکیورٹی فورسز اور موٹر سائیکل سوار مسلح افراد کے درمیان مبینہ فائرنگ کے تبادلے کا واقعہ پیش آیا، جس کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک جبکہ دوسرا زخمی ہوگیا، جبکہ جوابی کارروائی کے دوران ایک سیکیورٹی اہلکار کے زخمی ہونے کی بھی اطلاعات ہیں۔ واقعے کے بعد

بقیہ 25 صفحہ 3 پر

کوئٹہ میں خود ساختہ مہنگائی بے قابو، دودھ، آٹا، گوشت اور روٹی کی قیمتوں میں بڑا اضافہ

روٹی کا وزن کم، دودھ 20 روپے فی لیٹر دہی بھی مہنگا، شہری مہنگائی کے بوجھ تلے دب گئے

کوئٹہ (یو این اے) صوبائی دارالحکومت کوئٹہ اور اس کے گردونواح میں خود ساختہ مہنگائی نے شہریوں کی مشکلات میں غیر معمولی اضافہ کردیا

بقیہ 23 صفحہ 3 پر

کوئٹہ: زرغون روڈ پر ترقیاتی کاموں میں مصروف مزدوروں کا ایک منظر۔

بنو قابل آئی ٹی فری ٹریننگ سینٹر بلوچستان کا تیسرا بڑا پروگرام ہے، مولانا ہدایت الرحمن بلوچ

”بنو قابل“ فری آئی ٹی پروگرام بلوچستان، بالخصوص گوادر کے نوجوانوں کے لیے ایک ویژنری اور بیش بہا قیمتی تحفہ ہے

کوئٹہ (این این آئی) امیر جماعت اسلامی بلوچستان ایم پی اے مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ نے گوادر میں الخدمت فاؤنڈیشن بلوچستان کے زیر اہتمام ”بنو قابل“ پروگرام کے تحت فری آئی ٹی ٹریننگ سینٹر جدید کمپیوٹر لیب کا باقاعدہ افتتاح کردیا گیا۔تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ ”بنو قابل“ فری آئی ٹی پروگرام

بقیہ 28 صفحہ 3 پر

چیئرمین سینیٹ سید یوسف رضا گیلانی پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد میں جمہوریہ قازقستان کے سفیر مسٹر یرژن کستافن (Mr. Yerzhan Kistafin) سے ملاقات کررہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ کا اصلاحاتی وژن، کوئٹہ کی انتظامیہ نے صحت اصلاحات مشن پر کام تیز کر دیا

ڈی سی کوئٹہ مہراللہ بادینی کی ہدایت پر اسسٹنٹ کمشنر کا مری آباد ہسپتال کا دورہ، وزیر اعلیٰ کے وژن کے مطابق عوام کو دہلیز پر بہترین طبی سہولیات کی فراہمی کے عزم کا اعادہ

ہسپتال میں ادویات کی بلاتعطل فراہمی کو ہر صورت یقینی بنایا جائے اور تمام ڈاکٹرز، پیرامیڈیکل سٹاف اور دیگر ملازمین اپنی حاضری اور ذمہ داریوں میں غفلت کا مظاہرہ نہ کریں

کوئٹہ) خ ن (وزیر اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی کے صحت عامہ سے متعلق اصلاحاتی وژن کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں ضلعی انتظامیہ کوئٹہ متحرک ہے۔اسی سلسلے میں ڈپٹی کمشنر کوئٹہ مہراللہ بادینی کی خصوصی ہدایات پر اسسٹنٹ کمشنر) سٹی (امیر حمزہ نے شہید بے نظیر بھٹو جنرل ہسپتال مری آباد کا تفصیلی دورہ کیا، جہاں ہسپتال میں فراہم کی جانے والی طبی سہولیات، عملے کی حاضری اور مریضوں کو دی جانے

بقیہ 31 صفحہ 3 پر

نصیر آباد، بھائی کی گمشدگی پر اہل خانہ کی پریس کانفرنس، ماموں پر قتل یا اغوا کا الزام

وزیر اعلیٰ سندھ اور پولیس حکام سے ملزمان کی گرفتاری اور وکیش کمار کی بازیابی کا مطالبہ

بابا کوٹ (یو این اے) نصیر آباد کے علاقے تحصیل تمبو، گوٹھ عبدالستار عمرانی (جوگانی) کے رہائشی مختیار، شاہداوڈ نے اپنی والدہ کے ہمراہ نیشنل پریس کلب نصیر آباد میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے اپنے بھائی کی گمشدگی پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے انہوں نے بتایا کہ ان کا بھائی وکیش عرف وکی کمار تقریباً سات سے آٹھ ماہ قبل اپنے ماموں منور، شہزادہ اور پریم اوڈ کے ساتھ حیدر آباد کے علاقے گوٹھ شیدی میں دکان کھول کر کاروبار کر رہا تھا۔تاہم ایک ماہ بعد اچانک اس کا رابطہ منقطع ہوگیا اور موبائل فون بھی بند آنے لگا۔متاثرہ خاندان کے مطابق جب وہ معلومات لینے حیدر آباد پہنچے تو ماموں کی جانب سے یہ مقف اختیار کیا گیا

بقیہ 29 صفحہ 3 پر

وزیر صحت سید مصطفیٰ کمال کا سعودی سفارتخانے کا دورہ، سفیر سے ملاقات

پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان برادرانہ تعلقات اور سٹریٹیجک شراکت داری کو مزید مضبوط بنانے پر تبادلہ خیال ہوا

منصوبے کے تمام امور کی ذاتی طور پر نگرانی کر رہا ہوں تاکہ اسے مقررہ مدت اور اعلیٰ معیار کے مطابق مکمل کیا جا سکے

اسلام آباد) اے این این (وفاقی وزیر صحت سید مصطفیٰ کمال نے سعودی عرب کے سفیر نواف بن سعید المالکی سے سعودی سفارت خانہ میں ملاقات کی ہے۔ملاقات میں کنگ سلمان ہسپتال کے اہم منصوبے پر پیش رفت کا جائزہ لیا گیا، پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان برادرانہ تعلقات اور سٹریٹیجک شراکت داری کو مزید مضبوط بنانے پر تبادلہ خیال ہوا۔مصطفیٰ کمال نے پاکستان

بقیہ 30 صفحہ 3 پر

چیف سیکرٹری شکیل قادر خان ڈپٹی کمشنرز کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں

وندر، شدید گرمی اور لو کے تھپیڑوں سے نظام زندگی مفلوج، درجہ حرارت 44 ڈگری تک پہنچ گیا

بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ نے شہریوں کی مشکلات میں اضافہ کر دیا، بازاروں اور شاہراہوں پر سناٹا

وندر (بی پی آئی) ضلع لسبیلہ سمیت ضلع حب کے مختلف علاقوں بیلہ، اوتھل، لاکھڑا، اباری، وندر، گڈانی، دریجی اور حب میں گرمی کی شدت اپنے عروج پر رہی درجہ حرارت 40 سے 44 ڈگری سینٹی گریڈ تک ریکارڈ کیا گیا۔ جبکہ بعض مقامات پر محسوس کی جانے والی گرمی اس سے بھی زیادہ رہی صبح سے ہی سورج کی تپش اور دوپہر تک شدید گرم ہواؤں نے پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا جس کے باعث معمولات زندگی بری طرح متاثر ہوئے دن بھر بازاروں شاہراہوں اور گلی محلوں میں سناٹا چھایا رہا جبکہ شہریوں کی بڑی تعداد نے گھروں تک محدود رہنے کو ترجیح دی۔ شدید گرمی کے باعث دیہاڑی دار مزدوروں، ٹرانسپورٹرز اور دیگر محنت کش طبقے کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی علاقوں میں کے الیکٹرک کی جانب سے بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ نے شہریوں کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا اور گھنٹوں بجلی بند رہنے سے گھروں میں گرمی ناقابل برداشت ہوگئی۔ شہریوں نے متعلقہ حکام سے فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک طرف شدید گرمی اور دوسری

شفا میڈیکل، صاحب جان کاکڑ، شوکت شاہ طاہر بنگلزئی، سلیم ریسانی، مالک بیر، نیک محمد خلجی، عنایت اسحاق زادہ، ایاز کاکڑ سول ہسپتال میں پودا لگا کر شجرکاری مہم کا افتتاح کر رہے ہیں

بیلا، سی آئی اے لسبیلہ کی کامیاب کارروائی، مطلوب اشتہاری مجرم گرفتار

ایس ایس پی لسبیلہ کی ہدایت پر کارروائی، گرفتار ملزم مزید تفتیش کے لیے پولیس کے حوالے

بیلا (بی پی آئی) جان محمد جاموٹ کی کامیاب کاروائی اشتہاری ملزم گرفتار ایس ایس پی لسبیلہ نجیب اللہ پندرانی کی جرائم پیشہ عناصر و اشتہاری مجرمان کیخلاف کارروائی کی خصوصی ہدایت پر انچارج CIA لسبیلہ جان محمد جاموٹ کی کامیاب کارروائی، اشتہاری مجرم گرفتار تفصیلات کے مطابق ایس ایس پی لسبیلہ نجیب اللہ پندرانی کی جرائم پیشہ عناصر و اشتہاری مجرمان کیخلاف کارروائی کی خصوصی ہدایت پر انچارج CIA لسبیلہ جان محمد جاموٹ نے اپنی پولیس ٹیم ASI غلام سرور و دیگر کے ہمراہ مخبر خاص کی اطلاع پر کامیاب کارروائی عمل میں لاتے ہوئے پولیس تھانہ بیلہ کے مقدمہ نمبر 72/2023 بجرم 337/ADF ق د، 34 ت پ میں مطلوب اشتہاری مجرم محمد عالم ولد رسول بخش قوم قلندرانی سکنہ کونانو پیر بیلہ کو گرفتار کیا۔ بعد از حسب ضابطہ ضروری گرفتار اشتہاری مجرم کو برائے تفتیش تھانہ بیلہ پولیس کے حوالے کر دیا ہے۔ بیلہ پولیس نے گرفتار اشتہاری مجرم سے مزید تفتیش شروع کر دی

مستونگ کے رہائشی عبدالغنی عبدالہادی کا چھوٹے بھائی نعمت اللہ ولد رحیم داد سے اظہار لاتعلقی

مستونگ (بی پی آئی) مستونگ کے رہائشی عبدالغنی عبدالہادی ہدایت اللہ اور حمید اللہ ولد رحیم داد نے سراوان پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے چھوٹے بھائی نعمت اللہ ولد رحیم داد سے اظہار لاتعلقی کرتے ہیں، جو کہ ہم نے اپنے بھائی کو گزشتہ 13 سالوں سے اس کو بوجہ نافرمانی کے گھر سے نکالا ہے جو کہ آج تک ہمیں اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہے اگر اس کا کسی مذہبی یا سیاسی تنظیم سے کوئی تعلق ہے تو ہم تمام بھائیوں اور پورے خاندان کے ساتھ اس سے اظہار لاتعلقی کرتے ہیں اور اس پریس کانفرنس سے پہلے 22 اپریل 2026 کو

سبی، یوم صحافت پر چیئرمین اتحاد پریس کلب کا خصوصی بیان، آزادیِ صحافت کے تحفظ پر زور

پیکا ایکٹ کے تحت صحافیوں کے خلاف بلاتحقیق مقدمات پر تشویش، تحقیقاتی کمیٹی قائم کرنے کا مطالبہ

سبی (بی پی آئی) یوم صحافت کے موقع پر چیئرمین اتحاد پریس کلب مہر عبدالمتین نے اپنے خصوصی بیان میں کہا ہے کہ صحافت کسی بھی جمہوری معاشرے کی بنیاد ہوتی ہے، اور آزاد و خودمختار صحافت کے بغیر سچائی، انصاف اور شفافیت کا تصور ادھورا رہ جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں صحافیوں کو پیش آنے والے خطرات اور آزادیِ صحافت پر بڑھتے ہوئے حملے نہایت تشویشناک ہیں، جو نہ صرف صحافی برادری بلکہ پورے معاشرے کے لیے ایک سنجیدہ خطرہ ہیں۔ مہر عبدالمتین نے کہا کہ صحافی اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر عوام تک سچائی پہنچاتے ہیں، مگر بدقسمتی سے انہیں دھمکیوں، تشدد، جھوٹے مقدمات اور دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ صحافیوں کے جان و مال کا تحفظ یقینی بنائے اور ایسے عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرے جو آزادیِ اظہارِ رائے کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پیکا ایکٹ کے تحت صحافیوں کے خلاف بغیر مکمل تحقیقات مقدمات درج کیے جا رہے ہیں

کوئٹہ میں بجلی بند رہے گی، کیسکو

کوئٹہ (بی پی آئی) کوئٹہ الیکٹرک سپلائی کمپنی (کیسکو) کے اعلامیہ کے مطابق ترقیاتی کاموں کے سلسلے میں گرڈ اسٹیشن سے منسلک علاقوں میں کھمبوں اور تاروں کی تبدیلی کے باعث بجلی بند رہے گی۔ اس سلسلے میں 5 مئی بروز منگل کو ماڈل گرڈ اسٹیشن سے منسلک 11kv ایئرپورٹ روڈ، ویسٹرن بائی پاس، جناح ٹاؤن، واسا، نیو ایئرپورٹ ایریا، چمن ہاؤسنگ، مرغی خانہ، ادیان، عالم خان کلی، ڈپو دوپہر 2 بجے سے شام 5 بجے تک بجلی بند رہے گی (بروز منگل) عالم خان، مالک کلی، اور اولڈ منگلی۔

لاکھڑا، شدید گرمی میں پینے کے پانی کا بحران سنگین، خواتین اور بچے دربدر بھٹکنے پر مجبور

ٹینکر مافیا کی من مانیاں عروج پر، فی ٹینکر 5 سے 6 ہزار روپے وصول کیے جانے لگے

وندر (بی پی آئی) ضلع لسبیلہ کی پسماندہ تحصیل لاکھڑا کے مختلف علاقے خصوصاً وارڈ نمبر 2، وارڈ نمبر 3 سمیت براہیہ گوٹھ اور گردونواح میں اس وقت شدید گرمی کے باعث پینے کے صاف پانی کا بحران خطرناک حد تک شدت اختیار کر چکا ہے۔ جس کے باعث علاقہ مکینوں کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے۔ ایسے میں پینے کے صاف پانی کا حصول بھی ایک کٹھن مرحلہ بن گیا ہے۔ خواتین اور معصوم بچے ہاتھوں میں برتن اٹھائے پانی کی تلاش میں دربدر بھٹکنے پر مجبور ہیں۔ کئی علاقوں میں سرکاری پانی کی فراہمی کا نظام مکمل طور پر معطل ہے جس کے باعث شدید گرمی میں عوام کو ناقابل بیان اذیت کا سامنا ہے۔ تفصیلات کے مطابق لاکھڑا وارڈ نمبر 2 اور 3 سمیت بعض گوٹھوں کے مکینوں کو مہینہ بھر جان بوجھ کر پانی سے محروم رکھا جا رہا ہے۔

سکھی برنہ سرباب کے رہائشی خلیل احمد اور محمد عیسیٰ پریس کانفرنس کر رہے ہیں

بیلا، گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول وکیل چھب میں عمارت کا فقدان

والدین کا عمارت کی فوری تعمیر کا مطالبہ، بصورتِ دیگر بچوں کو سکول نہ بھیجنے کی دھمکی

بیلا (یو این اے) طلبا شدید دشواریوں اور مشکلات کا شکار گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول گوٹھ وکیل چھب بیلا جماعت معصوم بچے عمارت نہ ہونے کے سبب شدید گرمی اور کڑی دھوپ میں کھلے آسمان تلے کسمپرسی کی حالت میں پڑھ رہے ہیں۔ سکول کے طلبا کے والدین نے ضلعی انتظامیہ و محکمہ تعلیم کے افسران کی توجہ مبذول کرواتے ہوئے کہا کہ سکول کی عمارت تعمیر نہیں کی گئی تو ہم اپنے بچوں کو سکول نہیں بھیجیں گے انہوں نے کہا کہ متعلقہ ذمہ داران کی چشم پوشی تعلیم دشمنی کی واضح مثال ہے انہوں نے کہا کہ ایک طرف حکومت تعلیم کے فروغ اور معیار کے لیے عملی طور پر اقدامات کے بلند و بانگ دعوے کر رہی ہے مگر یہاں ہمارے معصوم بچے بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ والدین نے چیف سیکرٹری بلوچستان اور صوبائی وزیر تعلیم سے مطالبہ کیا ہے کہ گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول وکیل چھب بیلا میں فوری طور پر عمارت تعمیر کی جائے اور بچوں کو بنیادی سہولیات فراہم کی جائیں بصورت دیگر ہم احتجاج پر مجبور ہوں گے۔

بارکھان، مبینہ سیاہ کاری کے الزام میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا

کوئٹہ (بی پی آئی) بارکھان کے علاقے میں مبینہ سیاہ کاری کے الزام میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا۔ پولیس کے مطابق پیر کو بارکھان کے علاقے نامعلوم مسلح افراد نے فائرنگ کر کے علی محمد نامی شخص کو قتل کیا اور فرار ہوگئے۔ واقعے کی اطلاع ملتے ہی پولیس موقع پر پہنچ گئی اور نعش کو ضروری کارروائی کے بعد ورثاء کے حوالے کیا گیا۔ پولیس کے مطابق واقعہ مبینہ سیاہ کاری کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے جس کی مزید تحقیقات جاری ہیں۔

ڈاکٹر الیاس کاکڑ، ڈاکٹر عبدالوحید، ڈاکٹر نعیم، ڈاکٹر محسن بزرگ، اسحاق پی گٹز کی جانب سے شیلڈ پیش کی جا رہی ہے

ایک سے زائد بار خلاف ورزی کرنے والے مارکی مالکان کے خلاف اندراج مقدمہ کا فیصلہ

اسلام آباد (بی پی آئی) وفاقی دارالحکومت میں ون ڈش پالیسی پر سختی سے عمل درآمد کے لیے ایک سے زائد بار خلاف ورزی کرنے والے مارکی مالکان کے خلاف اندراج مقدمہ کا فیصلہ کر لیا گیا، دوسری بار خلاف ورزی کرنے پر مارکی مالکان کو گرفتار کرنے کے احکامات جاری کر دیے گئے۔ ضلعی انتظامیہ کے مطابق شہر بھر میں شادی ہالز اور مارکیز کی مسلسل نگرانی کی جا رہی ہے، پہلی بار خلاف ورزی پر جرمانہ عائد کیا جائے گا جبکہ دوسری بار خلاف ورزی پر گرفتاری کے علاوہ عمارت کو سیل بھی کیا جائے گا۔ ڈی سی اسلام آباد نے پولیس کو کارروائی ہر صورت یقینی بنانے کی ہدایت کی ہے۔

چیئرمین ایویکیوٹرسٹ پراپرٹی بورڈ کا بھاگناڑی مندر کا دورہ، مسائل حل کرنے کی یقین دہانی

چیئرمین قمر الزمان اور دیگر حکام کا نان اسٹاپ ہری نام سنکیرتن میں شرکت اور مندر کی دیکھ بھال کی تعریف

بیلا (یو این اے) بھاگناڑی مندر میں چیئرمین ایویکیوٹرسٹ بورڈ قمر الزمان اور سیکرٹری ناصر مشتاق ایویکیوٹرسٹ کے دیگر عملے اور پاکستان ہندو مندر مینجمنٹ کمیٹی کے چیئرمین کرشن شرما اور ممبر ویری مل ڈیوانی نے گزشتہ روز بھاگناڑی مندر کراچی کا دورہ کیا جہاں ان کا استقبال مکھی جیٹھانند نے کیا بچوں نے مہمانوں کو پھولوں کے گلدستے پیش کیے اور روایتی اجرک پہنائی اس موقع پر مہمانوں نے بھاگناڑی مندر کے معاملات اور مندر کے انتظامات کا جائزہ لیا اور جیٹھانند اور وہاں موجود لوگوں سے ملاقات کی۔ چیئرمین پاکستان ہندو مندر کمیٹی نے مسائل کو حل کرنے کی یقین دہانی کرائی۔

استور، بارشوں کے باعث لینڈ سلائیڈنگ، ایک شخص جاں بحق، خاتون سمیت 2 افراد زخمی

استور (این این آئی) استور کے مختلف علاقوں میں بارشوں کے باعث لینڈ سلائیڈنگ، استور ویلی روڈ ایک بار پھر بند، بھاری پتھر گرنے سے ایک شخص جاں بحق خاتون سمیت دو افراد زخمی ہو گئے۔ استور کے مختلف علاقوں میں گزشتہ روز سے جاری بارشوں کے باعث استور ویلی روڈ پر لینڈ سلائیڈنگ ہوئی، استور مشین کے مقام پر بھاری پتھر گرنے سے تین گاڑیاں زد میں آ گئیں جس کے نتیجے میں ایک شخص موقع پر جاں بحق اور ایک خاتون سمیت دو افراد زخمی

نصیر آباد، ایف سی ڈویژن بھر میں فوری آپریشن کرے، میر محمد شریف پندرانی

ڈیرہ مراد جمالی سمیت پورا ڈویژن جرائم پیشہ عناصر کی آماجگاہ بن چکا ہے، قبائلی و سیاسی رہنما

اوستہ محمد (بی پی آئی) پولیس انتظامیہ امن و امان کی قیام میں بری طرح ناکام ہوچکی ہے نصیر اباد ڈویژن میں شہری تاجر برادری اور مسافر جرائم پیشہ عناصر کے رحم و کرم پر ہیں ایف سی بلوچستان کو ڈیرا مراد جمالی سمیت نصیر اباد ڈویژن میں جرائم پیشہ عناصر اور سہولت کاروں کے خلاف فوری اپریشن کرنی ہوگی نصیر اباد ڈویژن کی عوام پاک فوج کو امید کی کرن سمجھتے ہیں ان خیالات کا اظہار معروف قبائلی شخصیت سیاسی و سماجی رہنما میر محمد شریف پندرانی نے یو این اے سے بات چیت کرتے ہوئے کہا اس موقع پر اوستا محمد بچا تحریک صدر معروف قوم پرست رہنما محمد حنیف بختیار زئی بلوچ بھی موجود تھے میر محمد شریف پندرانی نے مزید کہا کہ ڈیرہ مراد جمالی سمیت نصیر اباد ڈویژن کی عوام گھروں دکانوں شہر اور قومی شاہراں پر بھی محفوظ نہیں ہیں نصیر اباد ڈویژن جرائم پیشہ ناصر کا اج گاہ بن چکا ہے سرعام گن پوائنٹ پر لوٹ مار ڈکیتی اور اغوا برائے تاوان کی وارداتیں کرتے نظر آتے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے نصیر اباد ڈویژن کی پولیس فورس جرائم پیشہ عناصر کے سامنے بے بس نظر آ رہا ہے جس کی وجہ سے جرائم پیشہ عناصر دیدہ دلیری کے ساتھ وارداتیں کر کے باسانی رفو چکر ہو جاتے ہیں اب تو ستم ظرفی کی انتہ ہوچکی ہے جرائم پیشہ عناصر اغوا برائے تاوان کی وارداتیں کر رہے ہیں ان حالات میں پاک فوج اور ایف سی کے

شاعر محسن نقوی کا 79 واں یوم پیدائش (آج) منایا جائے گا

لاہور (بی پی آئی) صدارتی ایوارڈ یافتہ معروف شاعر محسن نقوی کا 79 واں یوم پیدائش (آج) منگل 5 مئی کو منایا جائے گا۔ محسن نقوی 5 مئی 1947 کو ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے، انہوں نے ابتدائی تعلیم ڈیرہ غازی خان سے حاصل کی، ملتان اور لاہور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ محسن نقوی کو اہل بیت سے گہری عقیدت تھی، انہوں نے غزل کے علاوہ نوحے اور مرثیے بھی لکھے۔ ان کے مجموعہ کلام میں بند قبا، ردائے خواب، برگ صحرا، طلوع اشک، عذاب دید اور دیگر شامل ہیں، 15 جنوری 1996 کو انہیں لاہور میں قتل کر دیا گیا تھا۔

سیکرٹری خان محمد جتک کی ورکنگ جرنلسٹ میڈیا گروپ کی نومنتخب کابینہ کو مبارکباد

صحافت ایک مقدس پیشہ ہے، حقائق پر مبنی خبروں سے ہی ادارے کی ساکھ مضبوط ہوتی ہے، خان محمد جتک

کوئٹہ (بی پی آئی) پاکستان تحریک انصاف کے مرکزی جوائنٹ سیکرٹری خان محمد جتک نے ورکنگ جرنلسٹ میڈیا گروپ کی نو منتخب کابینہ کے عہدیداران کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان تحریک انصاف ورکنگ جرنلسٹ میڈیا گروپ کے تمام صحافتی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے جو کہ صحافت ایک مقدس پیشہ ہے جو حقیقت پر مبنی خبروں کے ذریعے معاشرے کی اصلاح اور عوامی مسائل کو اجاگر کرنے کا اہم ذریعہ ہے انہوں نے کہا کہ صحافی معاشرے کی آنکھ اور کان ہوتے ہیں جو اپنے قلم اور کیمرے سے معاشرتی و علاقائی مسائل کی نشاندہی اعلیٰ حکام تک پہنچاتے ہیں اور ورکنگ جرنلسٹ میڈیا گروپ نے اپنی پیشہ وارانہ صحافتی خدمات سے ہمیشہ عوامی مسائل کو اجاگر کیا ہے امید ہے نو منتخب کابینہ ذمہ داری سے صحافتی خدمات سرانجام دے گی۔ پی ٹی آئی ہمیشہ سے صحافیوں کے حقوق کے تحفظ کی بات کرتی ہے دارانہ صحافت کے معترف ہیں اور انہیں ہر پلیٹ فارم پر بھرپور سپورٹ کرتے ہیں انہوں نے مزید کہا کہ ورکنگ جرنلسٹ میڈیا گروپ سبی نے پہلے بھی اپنی پیشہ وارانہ صحافتی ذمہ داریوں کے ذریعے اپنا

کوئٹہ، گورنر پنجاب سردار سلیم حیدر، کرنل عبدالرحمٰن، کرنل سرفراز، سید مظہر شاہ سابق وفاقی وزیر سردار میر باز محمد خان کھیتران سے انکی والدہ کی وفات پر اظہار تعزیت وفاتحہ خوانی کر رہے ہیں

عابد خان لودھی کی جانب سے پارلیمانی سیکرٹری حاجی ولی محمد نورزئی کی کارکردگی کی تعریف

حلقے کی ترقی اور مستحق افراد کی فلاح و بہبود کے لیے حاجی ولی محمد نورزئی کے اقدامات مثالی ہیں، عابد خان لودھی

کوئٹہ (بی پی آئی) سیاسی و سماجی رہنما عابد خان لودھی نے پارلیمانی سیکرٹری برائے سماجی بہبود حاجی ولی محمد نورزئی کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے حلقے کی ترقی اور عوامی مسائل کے حل کیلئے عملی اقدامات اٹھائے ہیں جن کے مثبت اثرات واضح طور پر سامنے آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حاجی ولی محمد نورزئی نے سماجی بہبود کے شعبے میں مؤثر منصوبہ بندی کے ذریعے مستحق افراد کی مدد، فلاحی اسکیموں کے فروغ اور عوامی خدمات کی بہتری کیلئے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان کی کاوشوں سے نہ صرف غریب اور نادار طبقے کو سہولتیں میسر آئی ہیں بلکہ حکومتی پالیسیوں کا فائدہ بھی نچلی سطح تک پہنچ رہا ہے۔ عابد خان لودھی نے کہا کہ حلقے میں جاری ترقیاتی منصوبے، خصوصاً سڑکوں کی تعمیر، نکاسی آب کے نظام کی بہتری اور بنیادی انفراسٹرکچر کی بحالی، عوام کیلئے بڑی سہولت کا باعث بن رہے ہیں۔ ان منصوبوں سے شہریوں کو درپیش دیرینہ مسائل میں کمی آئی ہے اور علاقے میں ترقی کا نیا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بھی حاجی ولی محمد نورزئی کی خصوصی دلچسپی قابل تعریف ہے، جہاں تعلیمی اداروں کی بہتری، طبی سہولیات کی فراہمی اور عوامی فلاح کے منصوبوں پر توجہ

بلوچستان کے ضلع خضدار میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے

کوئٹہ (بی پی آئی) بلوچستان کے ضلع خضدار میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے۔ زلزلہ پیماء مرکز کے مطابق خضدار اور گردونواح میں آنے والے زلزلے کی شدت ریکٹر اسکیل پر 3.9 ریکارڈ کی گئی۔ زلزلے کی زیر زمین گہرائی 10 کلومیٹر تھی جبکہ اس کا مرکز خضدار سے 62 کلومیٹر جنوب مشرق کی جانب تھا، ابتدائی اطلاعات کے مطابق زلزلے سے کسی جانی یا مالی نقصان کی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

اپنی جان پر کھیل کر قیمتی انسانی جانیں بچانے والے فائر فائٹرز کا دن منایا گیا

کراچی (بی پی آئی) اپنی جان خطرے میں ڈال کر لوگوں کی جانیں اور مال بچانے والے فائر فائٹرز کا پاکستان سمیت دنیا بھر دن منایا گیا۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ان ہیروز کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے جنہوں نے عوام کے جان و مال کے تحفظ کیلئے اپنی زندگی کی بھی پرواہ نہ کی، کراچی میں قیام پاکستان کے بعد 1955ء میں ریسکیو آپریشن کے دوران پہلا فائر فائٹر شہید ہوا تھا اور اب تک شہر میں 36 فائر فائٹرز نے شہریوں کی جانیں اور مال بچانے کیلئے اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ چیف فائر آفیسر، کے ایم سی سٹیشن فائر آفیسر محمد شفیق نے 1992ء اور رضا کار محمد نصیر نے 2007ء میں فرض کی راہ میں اپنی جانیں قربان کیں،

ژوب، گڈز ٹرک اونرز ایسوسی ایشن کا اہم اجلاس، شاہ رگ کوئلہ لوڈنگ بند کرنے کا فیصلہ

7 مئی کو ژوب کوئٹہ اور لورالائی ڈی جی خان روڈ پر گڈز ٹرانسپورٹ احتجاجاً بند رہے گی

ژوب (بی پی آئی) گڈز ٹرک اونرز ایسوسی ایشن ژوب کے زیر اہتمام سیال بازار ژوب میں ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، جس میں ٹرانسپورٹرز اور متعلقہ افراد نے بھرپور شرکت کی۔ اجلاس میں خصوصی طور پر شاہرگ کے علاقے میں ٹرانسپورٹ سے وابستہ درپیش مسائل پر تفصیلی غور و خوض کیا گیا، جہاں موجودہ صورتحال کے باعث ٹرانسپورٹر برادری کو شدید مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا ہے شرکا کی متفقہ رائے سے فیصلہ کیا گیا کہ 5 مئی سے شاہرگ کوئلہ لوڈنگ مکمل طور پر بند رہے گی، اور یہ بندش مسائل کے حل تک جاری رکھی جائے گی۔ مزید برآں، 7 مئی کو ژوب کوئٹہ روڈ، این اے 50 اور لورالائی ڈی جی خان روڈ این اے 70 بھی گڈز ٹرانسپورٹ کی جانب سے شاہرگ کوئلے کیلئے بند رہیں گے۔ اس روز گڈز ٹرک اونرز ایسوسی ایشن اور ٹرانسپورٹرز احتجاجاً بیٹھیں گے اور شاہرگ کوئلے کیسپلائی آگے نہیں جانے دی جائے گی اجلاس میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ جو شخص اس اجتماعی فیصلے کی خلاف ورزی کرے گا، وہ اپنے ہر قسم کے نقصان کا خود ذمہ دار ہوگا۔

اداکارہ نمرہ خان نے دوسری شادی کا اعلان کر دیا

پیرس (بی پی آئی) معروف پاکستانی اداکارہ نمرہ خان نے اپنی دوسری شادی کا اعلان کر دیا، جس کے بعد مداحوں کی جانب سے مبارک باد کا سلسلہ جاری ہے۔ نمرہ خان کے انسٹاگرام پر لاکھوں فالوورز ہیں، انہوں نے اپنی شادی کی خبر سوشل میڈیا پلیٹ فارم انسٹاگرام کے ذریعے شیئر کی ہے۔

صبح سویرے لو کے تھپیڑے، کراچی کے شہریوں کو احتیاط کی ہدایت

کراچی (بی پی آئی) کراچی شہر میں صبح سویرے لو کے تھپیڑے چل رہے ہیں، ایسے میں طبی ماہرین نے شہریوں کو احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے اس حوالے سے طبی ماہرین نے بتایا کہ گرمی کی شدت بڑھتے ہی مختلف انفیکشنز کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، شہری باہر کے کھانے اور مشروبات سے پرہیز کریں اور پانی ابال کر پیئیں۔ ماہرین نے کہا کہ غیر معیاری مشروبات اور کھانوں سے معدے کے مسائل ہوتے ہیں۔

حکمران اقتدار کے نشے میں قومی اقدار اور روایات کو فراموش کر چکے ہیں، مولانا رفیق

مدارس پر کسی قسم کا دباؤ برداشت نہیں کیا جائے گا مدارس کسی کے حکم پر کھولنے اور بند کرنے کے پابند نہیں

کوئٹہ (بی پی آئی) جمعیت علماء اسلام ضلع کوئٹہ کی ضلعی مجلسِ عاملہ کا اجلاس صوبائی امیر سینیٹر مولانا عبدالواسع کی زیرِ صدارت ضلعی سیکرٹریٹ میں منعقد ہوا جس میں انہوں نے خصوصی شرکت کی۔ اجلاس میں صوبائی مجلسِ شوریٰ کے فیصلوں کی روشنی میں نااہل صوبائی حکومت کی مدارس دشمن پالیسیوں کے خلاف احتجاجی تحریک کی تیاریوں سے متعلق مختلف اہم امور پر غور کیا گیا۔ اس موقع پر 6 مئی کی شٹر ڈاؤن ہڑتال و احتجاجی ریلی اور 10 مئی کو کوئٹہ میں تمام اضلاع کے مشترکہ احتجاجی پروگرام کی تیاریوں پر تفصیلی غور و خوض کیا گیا۔ اجلاس میں مجلسِ عاملہ کے اراکین ضلعی سیکرٹری جنرل حاجی عین اللہ شمس، مولانا محب اللہ، مولانا محمد ایوب، شیخ مولانا عبدالاحد، مولانا عبدالبصیر، حافظ دوست محمد مدنی، حاجی رحمت اللہ کاکڑ، سید عبدالواحد آغا، حافظ مسعود احمد، حاجی محمد قاسم خلجی، حاجی صالح محمد، مفتی نیک محمد فاروقی، حاجی محمد شاہ لالا، رحیم الدین ایڈوکیٹ، عبدالصمد ھیار، مولانا محمد عارف شمشیر، مفتی محمد ابوبکر، شاہ زاہد مشوانی، مفتی رضا خان، مولوی علی جان، مولوی سعداللہ آغا، مولوی نقیب اللہ ملاخیل، عبدالباری شہزاد، مولوی جمال الدین حقانی، مفتی رشید احمد حقانی اور حافظ حبیب الرحمٰن نے شرکت کی۔ اجلاس میں طے پایا کہ 6 مئی کو کوئٹہ میں مکمل شٹر ڈاؤن ہڑتال ہوگی اور نماز ظہر کے بعد ایک عظیم الشان احتجاجی ریلی نکالی جائے گی 6 اور 10 مئی کے احتجاجی پروگرام کی کامیابی کے لیے مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ فیصلے کے مطابق ضلعی امیر مولانا عبدالرحمٰن رفیق 5 مئی بروز منگل آج شام 4 پریس کلب میں اہم پریس کانفرنس سے خطاب کریں گے۔ تمام یونٹس اور تحصیلوں کو ہدایت کی گئی کہ دینی مدارس کے تحفظ کے حوالے سے جاری احتجاجی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے بھرپور تیاری کی جائے۔ مدارس کے مہتممین، ناظمین، آئمہ مساجد اور خطباء کو تحریک میں شامل کرنے کے لیے باضابطہ دعوت نامے یونٹ ذمہ داران کے ذریعے پہنچانے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی امیر

سیکرٹری مواصلات وتعمیرات بابر خان معروف سماجی شخصیت عبدالستار ایدھی کے مجسمے کی دوبارہ تعمیر کے حوالے سے منعقدہ اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں

کراچی، ڈکیتی اور اسٹریٹ کرائم کی وارداتوں میں ملوث 3 ملزمان گرفتار

ملزمان کے قبضے سے چوری شدہ موٹر سائیکل، موبائل فون اور نقدی برآمد

کراچی (بی پی آئی) رینجرز نے حسن نعمان کالونی سہراب گوٹھ سے ڈکیتی اور اسٹریٹ کرائم کی متعدد وارداتوں میں ملوث "شیر گروہ" کے 3 ملزمان کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار ملزمان میں شیر علی (گروہ کا سرغنہ) ولد خیال گل، حیات اللہ ولد نیاز گل اور ریاض خان ولد نواب خان کو گرفتار کر لیا۔ ملزمان کے قبضے سے ایک عدد چوری شدہ موٹر سائیکل، ایک عدد موبائل فون اور نقدی برآمد کر لی۔ گرفتار ملزمان اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ کراچی کے علاقوں گبول ٹاؤن، انڈسٹریل ایریا، سہراب گوٹھ اور ملحقہ علاقوں میں ڈکیتی، اسٹریٹ کرائم، موبائل چھیننے اور موٹر سائیکل چوری کی متعدد وارداتوں میں ملوث ہیں۔ گرفتار ملزمان عادی مجرم ہیں جبکہ ملزم شیر علی کے خلاف تھانہ سہراب گوٹھ میں ایف آئی آر بھی درج ہے۔

نصیب اللہ بازئی کا بلوچستان پنشنرز ویلفیئر ایسوسی ایشن کے دفتر کا دورہ

پنشنرز کے مسائل کو متعلقہ اعلیٰ حکام تک پہنچایا جائے اور ان کے حل کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں

کوئٹہ (بی پی آئی) ایڈیشنل چیف سیکرٹری (ریٹائر) نصیب اللہ خان بازئی نے پیر کو بلوچستان پنشنرز ویلفیئر ایسوسی ایشن کے دفتر کا دورہ کیا۔ اس موقع پر ایسوسی ایشن کے ایکٹنگ صدر حاجی محمد ارشد گجر نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ تقریب میں ایسوسی ایشن کے خزانچی زاہد اقبال، پریس سیکرٹری طاہر کاسی، ایگزیکٹو ممبر منظور احمد سربراہ، ایگزیکٹو ممبر اسماعیل ہزارہ اور تربت ڈویژن کے چیئرمین زاہد حسین بھی موجود تھے۔ اس موقع پر صدر حاجی محمد ارشد گجر نے ایسوسی ایشن کو درپیش مالی مشکلات اور دیگر اہم امور کے بارے میں جناب نصیب اللہ خان بازئی کو آگاہ کیا۔ انہوں نے پنشنرز کو درپیش مسائل، خصوصاً مالی تنگیوں، سہولیات کی کمی اور دیگر درپیش چیلنجز پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ نصیب اللہ بازئی نے ایسوسی ایشن کے مسائل کو غور سے سنا اور مکمل تعاون کی یقین دہانی کرواتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی بھرپور کوشش کریں گے کہ پنشنرز کے مسائل کو متعلقہ اعلیٰ حکام تک پہنچایا جائے اور ان کے حل کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پنشنرز نے ملک و قوم کے لیے گراں

عبدالستار شاہ چشتی، نجیب اللہ ترین، ملک میر وائس خان کاسی، جان محمد سلمانخیل، سید نور محمد شاہ ہاشمی، حاجی محمد حسین شاہ چشتی اور دیگر قبائلی شریک ہیں

عوام کو صحت اور تعلیم کی کوئی سہولت فراہم نہیں کی جاتی، لالہ یوسف خلجی

غریب اور مستحق افراد کو ادویات اور دیگر علاج معالجے کی سہولیات اور نوجوانوں کو مفت تعلیم فراہم کرنے پر خرچ کرے

کوئٹہ (بی پی آئی) بلوچستان امن جرگے کے سربراہ لالہ یوسف خلجی نے کہا ہے کہ صوبائی حکومت بلڈنگیں بنانے پر اربوں روپے خرچ کرنے کی بجائے یہی رقم ہسپتالوں میں غریب اور مستحق افراد کو ادویات اور دیگر علاج معالجے کی سہولیات اور نوجوانوں کو مفت تعلیم فراہم کرنے پر خرچ کرے۔ یہاں جاری ہونے والے ایک بیان میں لالہ یوسف خلجی نے کہا کہ صوبائی حکومت ہر سال بلڈنگیں بنانے پر اربوں روپے خرچ کرتی ہے جہاں سے صوبائی وزراء، ارکان اسمبلی اور دیگر کو کمیشن کی مد میں سالانہ کروڑوں روپے ملتے ہیں لیکن ان بلڈنگوں کی تعمیر سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوبے کے دور دراز علاقوں میں ہر سال اسکولوں اور ہسپتالوں کی عمارتیں بنائی جاتی ہیں لیکن وہاں عوام کو صحت اور تعلیم کی کوئی سہولت فراہم نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے یہ اربوں روپے ضائع ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ بلڈنگیں بنانے پر اربوں روپے خرچ کرنے کی بجائے یہی رقم صوبے میں قائم ہسپتالوں میں ادویات سمیت دیگر ساز و سامان اور عوام کو علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرنے اور اسکولوں میں طلباء و طالبات کو مفت تعلیم فراہم کرنے پر خرچ کریں۔

کوئٹہ، معرکہ حق کی کامیابی کا ایک سال مکمل، حیات خان اچکزئی کا قومی و عسکری قیادت کو خراجِ تحسین

یہ فتح پاکستان کی بقا اور سالمیت کا سنگِ میل ہے، دشمن ریت کی دیوار ثابت ہوا، صوبائی رہنما پی پی پی

کوئٹہ (بی پی آئی) معرکہ حق کی کامیابی کے ایک سال مکمل ہونے پر صوبائی رہنما پاکستان پیپلز پارٹی حیات خان اچکزئی کا قومی و عسکری قیادت کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے معرکہ حق میں فتح کو پاکستان کی بقا اور سالمیت کا سنگِ میل قرار دیا ہے۔ حیات خان اچکزئی نے کہا کہ معرکہ حق محض ایک عسکری فتح نہیں تھی بلکہ یہ حق اور باطل کے درمیان وہ واضح لکیر تھی جس نے ثابت کر دیا کہ دشمن خواہ کتنا ہی مکار کیوں نہ ہو، وہ پاکستانی قوم کے آہنی عزم، بلند حوصلے اور مثالی اتحاد کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوگا۔ یہ کامیابی ہماری قومی تاریخ کا وہ درخشاں باب ہے جو آنے والی نسلوں کو حب الوطنی اور سرفروشی کا درس دیتا رہے گا۔ انہوں نے پاک افواج کی عظیم قربانیوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ ہمارے غازیوں اور شہیدوں نے اپنی جرات اور پیشہ ورانہ مہارت سے دشمن کی جارحیت کا وہ مؤثر جواب دیا جس کی مثال معاصر تاریخ میں نہیں ملتی۔ پاک افواج نے نظم و ضبط کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرتے ہوئے وطنِ عزیز کے دفاع کو ہمیشہ کے لیے ناقابلِ تسخیر بنا دیا ہے۔ حیات خان اچکزئی نے اس عظیم کامیابی کے پیچھے کارفرما سیاسی و عسکری بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے صدرِ مملکت آصف علی زرداری، وزیراعظم میاں شہباز شریف اور فیلڈ مارشل سید عاصم منیر کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ قومی قیادت کی جانب سے ریاست کی رٹ برقرار رکھنے کے غیر متزلزل فیصلے اور مضبوط پالیسیوں کی بدولت ہی آج پوری قوم ایک پیج پر متحد ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ فیلڈ مارشل سید عاصم منیر کی زیرِ قیادت عسکری

بہاولپور، بیوی نے شوہر کو قتل کر کے نعش صحن میں چھپا دی

بہاولپور (بی پی آئی) بستی گکڑاں میں بیوی نے شوہر کو قتل کر کے نعش صحن میں چھپا دی۔ پولیس حکام کے مطابق ملزمہ نے مبینہ طور پر نعش ٹرنک میں ڈال کر گھر کے صحن میں دفنائی، مقتول کی بڑی بیٹی میکے آئی تو گھر میں بدبو پھیلی تھی۔ حکام کا کہنا ہے کہ پولیس کو اطلاع پر کھدائی کے دوران نعش برآمد ہوئی۔

کویت سے ڈیزل سے بھرا جہاز کراچی پورٹ پہنچ گیا

کراچی (بی پی آئی) کویت سے بڑی مقدار میں ڈیزل لانے والا جہاز کراچی پورٹ پہنچ گیا۔ ذرائع کے مطابق پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن (PNSC) کا جہاز خیرپور 8 کروڑ لیٹر ڈیزل لے کر آبنائے ہرمز 3 دن پہلے گزرا تھا۔ بتایا گیا کہ سفر کے دوران جہاز 'خیر پور' ہنگم جزیرہ عبور کرنے کے بعد لارک جزیرے کی جانب رواں دواں رہا، جبکہ بعد ازاں کپتان نے جہاز کا رخ کراچی پورٹ کی جانب موڑ دیا۔

کوئٹہ، بلوچستان ریونیو اتھارٹی کا اسٹیٹ لائف انشورنس کی جانب سے ٹیکس عدم تعمیل کا انکشاف

واجب الادا ٹیکس اور ریٹرن فائل نہ کرنے پر سخت قانونی کارروائی اور بینک اکاؤنٹس منجمد کرنے کا انتباہ

کوئٹہ (بی پی آئی) بلوچستان ریونیو اتھارٹی نے انکشاف کیا ہے کہ State Life Insurance Corporation of Pakistan کی جانب سے بلوچستان سیلز ٹیکس آن سروسز ایکٹ 2015 کے تحت ریٹرن فائلنگ اور واجب الادا ٹیکس کی ادائیگی میں مسلسل عدم تعمیل دیکھنے میں آئی ہے، باوجود اس کے کہ اتھارٹی کی جانب سے متعدد نوٹسز جاری کیے جا چکے ہیں۔ بی آر اے کے مطابق متعلقہ ادارے کو بارہا ہدایت دی گئی کہ وہ اپنی قانونی ذمہ داریاں بروقت پوری کرے، تاہم تا حال مکمل عملدرآمد سامنے نہیں آیا، جو کہ ٹیکس قوانین کی واضح خلاف ورزی ہے۔ اتھارٹی نے خبردار کیا ہے کہ اگر فوری طور پر ریٹرنز جمع کرانے اور ٹیکس واجبات کی ادائیگی کو یقینی نہ بنایا گیا تو قانون کے مطابق سخت قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

لکی مروت، نامعلوم افراد کی فائرنگ سے شیر افضل مروت کا سیکیورٹی گارڈ زخمی

لکی مروت (بی پی آئی) تھانہ ڈاڈیوالہ کی حدود گاؤں سمندی میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے پولیس اہلکار زخمی ہوگیا۔ پولیس کے مطابق زخمی پولیس کانسٹیبل اعتزاز کو سرائے نورنگ ہسپتال منتقل کر دیا گیا جبکہ مزید علاج کیلئے بنوں ڈی ایچ کیو ہسپتال ریفر کر دیا گیا۔ زخمی پولیس اہلکار ایم این اے شیر افضل مروت کے ساتھ بطور سیکیورٹی گارڈ تعینات تھا اور چھٹی پر گھر آیا

پاکستان رینجرز کی کارروائی، سٹریٹ کرائم میں ملوث شیر گروہ کے 3 ملزمان گرفتار

کراچی (بی پی آئی) پاکستان رینجرز سندھ نے کراچی کے علاقے سہراب گوٹھ حسن نعمان کالونی میں کارروائی کرتے ہوئے ڈکیتی اور اسٹریٹ کرائم کی متعدد وارداتوں میں ملوث "شیر گروہ" کے 3 ملزمان گرفتار کر لیے۔ ترجمان رینجرز سندھ کے مطابق ملزمان میں گروہ کا سرغنہ شیر علی، حیات اللہ اور ریاض خان شامل ہیں۔

ژوب، 24 مئی کو جماعت اسلامی کا تاریخی جلسہ عام، حافظ نعیم الرحمٰن خطاب کریں گے

کرپشن، ناجائز ٹیکسوں اور مہنگائی کے خلاف لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا، مرتضیٰ خان کاکڑ

کوئٹہ (بی پی آئی) جنرل سیکرٹری جماعت اسلامی بلوچستان مرتضیٰ خان کاکڑ نے کہا کہ 24 مئی کو ژوب نمبرون سکول گراونڈ میں جماعت اسلامی کے زیرِ اہتمام ایک اہم اور تاریخی جلسہ عام منعقد ہوگا جس کے مہمانانِ خصوصی امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن، مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ ہوں گے۔ جلسہ عام میں ملک کو کرپشن سے پاک بنانے، ناجائز ٹیکسوں کے خاتمے، بلوچستان کو حقوق دلانے اور بجلی و پیٹرول کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے خلاف لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے دورہ ژوب کے دوران 24 مئی جلسہ عام تیاریوں کے حوالے سے مختلف تقاریب سے خطاب و میڈیا سے گفتگو کے دوران کیا انہوں نے کہا کہ یہ جلسہ عوامی مسائل کے حل اور انصاف پر مبنی نظام کے قیام کی جدوجہد کا تسلسل ہے۔ جلسے میں مرکزی امیر حافظ نعیم الرحمان نوجوانوں کے روزگار، مہنگائی کے خاتمے اور عوام کو ریلیف دینے کے لیے جماعت اسلامی کے واضح مؤقف اور عملی لائحہ عمل پیش کریں گے۔ بلوچستان بالخصوص ژوب کو حکمرانوں منتخب نمائندوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔

وندر، تیز گرم اور گرد آلود ہواؤں کا طوفان، نظامِ زندگی درہم برہم

حدِ نگاہ متاثر ہونے سے آمد و رفت میں دشواری، کاروباری سرگرمیاں معطل ہو کر رہ گئیں

وندر (بی پی آئی) وندر شہر اور اس کے گرد و نواح میں موسم کی تبدیلی تیز گرم اور گرد آلود ہواؤں اور مٹی کے طوفان نے پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جس سے شہر کا نقشہ ہی بدل گیا۔ فضا میں دھول اور مٹی اس قدر بڑھ گئی کہ حدِ نگاہ کم ہوگئی جبکہ سڑکوں پر آمد و رفت متاثر ہوئی۔ گرم ہواؤں کی شدت نے موسم کی حدت میں مزید اضافہ کر دیا جس سے شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تیز ہواؤں کے باعث درختوں کی شاخیں ٹوٹ کر گرنے اور بعض علاقوں میں بجلی کی فراہمی بھی متاثر ہونے کی اطلاعات ملیں۔

صحبت پور، گاؤں غلام محمد کنرانی میں آتشزدگی، بچہ جاں بحق اور گھروں کا سامان خاکستر

فائر بریگیڈ کے پہنچنے سے پہلے مقامی افراد نے اپنی مدد آپ کے تحت آگ پر قابو پایا

صحبت پور (بی پی آئی) صحبت پور تحصیل سعید آباد گاؤں غلام محمد کنرانی کے رہائشی یار محمد گھر میں اچانک آگ بڑھک اٹھی بچہ جھلس گیا گھر میں موجود سامان جل گیا پورے گاؤں کو آگ نے لپیٹ میں لے لیا فائر بریگیڈ سے پہلے لوگوں نے آگ پر قابو پایا تفصیلات کے مطابق سابق صوبائی وزیر بلوچستان اسمبلی میر ایڈووکیٹ امان اللہ کنرانی کے والد کے نام سے منسوب تحصیل سعید محمد میں جوڈیشنل ممبر سبی نصیر آباد ماہر قانون دان۔ ماہر تعلیم مدد خان کے آبائی گاؤں غلام محمد کنرانی میں رہائشی

کوئٹہ، ایپکا محکمہ تعلیمات سکولز یونٹ کوئٹہ کے انتخابات کے موقع پر یونس کاکڑ، ندیم ترین، سعید ترین اور دیگر ووٹ ڈال رہے ہیں

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت
بلوچستان کا کثیر الاشاعت
ABC Certificate | ممبر آف APNS

روزنامہ بلوچستان لائنز کوئٹہ

چیف ایڈیٹر حاجی بابو خروٹی | Ph:081-2827012 | ایڈیٹر محمد بلال خروٹی
Email.balochistanlines@gmail.com

پبلشر حاجی بابو خروٹی نے روزنامہ بلوچستان کوئٹہ سعید پرنٹنگ پریس مشن روڈ کوئٹہ سے چھپوا کر کبیر بلڈنگ کمرہ نمبر D-13 جناح روڈ کوئٹہ سے شائع کیا۔

ٹرمپ اور ایپسٹین اسکینڈل

عثمان دموہی

قابل غور بات یہ ہے کہ آخر صدر ٹرمپ کو ایران سے جنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی

ایپسٹین فائلز میں صدر ٹرمپ کا نام ظاہر ہونے کے بعد وہ خود کو بچانے یا دنیا کی توجہ اس سے ہٹانے کے لیے بے حد بے چین تھے کہ نیتن یاہو نے انھیں ایران سے جنگ کرنے کے سلسلے میں اس کی معاونت کرنے کی دعوت دے دی جسے ٹرمپ نے فوراً ہی قبول کر لیا، اس لیے کہ اس جنگ کو طول دے کر وہ نہ صرف دنیا کی توجہ ایپسٹین فائلز سے ہٹا سکتے تھے بلکہ اس ایشو کو بھی چھپا سکتے تھے۔

ایک مہینہ جنگ جاری رہنے کے بعد 11 اپریل کو اسلام آباد میں جنگ بندی کے بعد مذاکرات شروع ہوئے۔ 12 اپریل کو امن معاہدہ پر دستخط ہو جانا چاہیے تھے کیوں کہ دونوں ممالک کے درمیان تمام ہی نکات پر مفاہمت ہو گئی تھی، صرف ایک یورینیم افزودگی کا معاملہ طے ہونا تھا جو بعد میں بھی طے ہو سکتا تھا۔ پاکستان اپنی ثالثی پر بے حد خوش تھا کہ اس نے ایک بڑے مسئلے کو اپنی ثالثی کے ذریعے حل کے قریب پہنچا دیا ہے مگر ٹھیک اسی وقت صدر ٹرمپ نے فون پر امریکی نائب صدر جے ڈی وینس کو معاہدے پر دستخط کرنے کے بجائے انھیں واپس وطن آنے کی ہدایت کی اور جب سے لے کر اب تک یہ معاملہ اٹکا ہوا ہے۔ آخر اس معاہدے میں اتنی دیر کیوں لگائی جا رہی ہے جب کہ اس معاملے کی وجہ سے پوری دنیا پریشان ہے، توانائی کا بحران روز بہ روز شدت اختیار کرتا جا رہا ہے جس سے پوری دنیا میں مہنگائی میں اضافے کا رجحان دیکھا جا رہا ہے۔ توانائی کا مسئلہ پہلے تو صرف غریب ممالک کو پریشان کر رہا تھا اب تو امیر ممالک بھی پریشان نظر آتے ہیں اور وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ ایران اور امریکا کے درمیان جلد امن معاہدہ طے پا جائے اور آبنائے ہرمز کا راستہ پہلے کی طرح کھل جائے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ آخر صدر ٹرمپ کو ایران سے جنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی، کیوں کہ ایران کسی بھی طرح امریکا کے لیے خطرہ نہیں تھا مگر لگتا ہے کہ ایپسٹین فائلز میں ان کا نام آنے سے وہ اس وقت سخت پریشان تھے اور اس سے راہ فرار کی کوئی صورت تلاش کر رہے تھے کہ نیتن یاہو کی ایران سے جنگ کرنے میں اس کا ساتھ دینے کی دعوت کو انھوں نے فوراً قبول کر لیا۔

صدر ٹرمپ نے ایران پر جوہری ہتھیار بنانے کا الزام لگا کر اس کے ایٹمی مرکز پر حملہ کر دیا اور اعلان کر دیا کہ انھوں نے اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے۔ اس کے بعد ایران کو مذاکرات کی دعوت دی، اسے مذاکرات میں الجھا دیا اور خود اسرائیل کے ساتھ مل کر ایران میں رجیم چینج کرانے کے لیے اس پر بھرپور حملے شروع کر دیے، یہ ایران کے ساتھ سراسر دھوکہ تھا۔

یکم مئی مزدوروں کا دن بھی گزر گیا

زاہدہ حنا

یکم مئی ہمیں یہی یاد دلاتا ہے کہ سوال کرنا ضروری ہے اور خاموشی کبھی حل نہیں ہوتی

آج جب میں یہ سطور لکھنے بیٹھی ہوں تو یکم مئی دروازے پر دستک دے رہی ہے، وہ دن جسے ہم مزدوروں کے نام سے منسوب کرتے ہیں مگر کیا واقعی یہ دن اب بھی ان کا ہے جن کے ہاتھوں کی لکیروں میں محنت اور مشقت کی داستانیں لکھی ہوتی ہیں؟

میں سوچتی ہوں کہ تاریخ کے اوراق میں وہ لمحہ کتنا روشن تھا جب شکاگو کی سڑکوں پر مزدوروں نے اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کی تھی، وہ آواز محض اجرت بڑھانے یا اوقات کار کم کرنے کی نہیں تھی بلکہ یہ انسان کی حرمت کی جدوجہد تھی، آج صدیوں بعد، ہم کہاں کھڑے ہیں؟

کراچی کی سڑکوں پر چلتے ہوئے جب میں مزدوروں کے چہروں کو دیکھتی ہوں تو ان چہروں میں ایک خاموش تھکن بسی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ یہ وہ تھکن نہیں جو ایک دن کی محنت کے بعد آتی ہے بلکہ یہ ایک ایسے نظام کی تھکن ہے جو انسان کو مسلسل نچوڑتا رہتا ہے۔ فیکٹریوں کے دروازے بند ہو رہے ہیں، صنعتیں دم توڑ رہی ہیں اور بے روزگاری کا سایہ ہر گھر کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔

کچھ دن پہلے ایک اخبار میں خبر پڑھی کہ ایک اور سرکاری ادارہ نجکاری کی نذر ہو گیا۔ مجھے یاد آیا کہ ہم نے بچپن میں ریاست کو ایک ماں کی طرح پڑھا تھا جو اپنے شہریوں کی کفالت کرتی ہے، ان کے حقوق کی محافظ ہوتی ہے، مگر اب لگتا ہے کہ یہ ماں اپنے ہی بچوں کو بازار میں فروخت کرنے پر مجبور ہو گئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس مجبوری کا ذمے دار کون ہے؟ ہم ایک ایسے عہد میں جی رہے ہیں جہاں ترقی کے نام پر انسان کو پیچھے دھکیلا جا رہا ہے۔ مصنوعی ذہانت، خودکار مشینیں اور ڈیجیٹل دنیا، یہ سب ترقی کی علامتیں سمجھی جاتی ہیں مگر کیا یہ ترقی اس مزدور کے لیے بھی ہے جس کے ہاتھوں سے اوزار چھین لیے گئے ہیں؟

کیا یہ ترقی اس کسان کے لیے بھی ہے جس کی زمین پر اب کارپوریٹ اداروں کی نظریں ہیں۔ مجھے بارہا یہ سوال ستاتا ہے کہ جو لوگ اپنی محنت سے اس دنیا کو سنوارتے ہیں وہی اپنی بنیادی ضروریات سے کیوں محروم رہتے ہیں؟ یہ سوال آج بھی اتنا ہی تازہ ہے جتنا کل تھا۔

ہمارے سماج میں ایک عجیب تضاد پیدا ہو گیا ہے۔ ایک طرف چند لوگ ہیں جن کے پاس دولت کے انبار ہیں اور دوسری طرف ایک وسیع اکثریت ہے جو بنیادی ضروریات کے لیے ترس رہی ہے۔ یہ عدم مساوات محض اقتصادی مسئلہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی بحران بھی ہے۔ جب ایک بچہ بھوکا سوتا ہے تو یہ صرف اس کے والدین کی زمہ داری نہیں بلکہ پورے سماج کی شکست ہوتی ہے۔

میں اکثر سوچتی ہوں کہ ہم نے کب اور کیسے یہ مان لیا کہ یہ سب نارمل ہے کہ بے روزگاری ایک فطری چیز ہے کہ غربت مقدر ہے، مزدور کا استحصال ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ شاید یہ وہ لمحہ تھا جب ہم نے سوال کرنا چھوڑ دیا۔

یکم مئی ہمیں یہی یاد دلاتا ہے کہ سوال کرنا ضروری ہے اور خاموشی کبھی حل نہیں ہوتی۔ حقوق مانگنے سے نہیں بلکہ جدوجہد سے ملتے ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں جب میں مزدور تحریک کو دیکھتی ہوں تو امید کی ایک کرن نظر آتی ہے۔ کہیں لوگ اپنے حقوق کے لیے سڑکوں پر نکل رہے ہیں، کہیں یونینز دوبارہ منظم ہو رہی ہیں، کہیں نوجوان نسل اس نظام پر سوال اٹھا رہی ہے۔ یہ خوش آیند بات ہے، اس سے امید باقی رہتی ہے۔

مگر ہمارے یہاں اکثر جدوجہد کو بدنام کیا جاتا ہے، آواز اٹھانے والوں کو خاموش کر دیا جاتا ہے اور اختلاف کو غداری کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ایسے میں یکم مئی کا دن محض ایک رسمی تعطیل بن کر رہ جاتا ہے، ایک ایسا دن جس میں تقاریر تو ہوتی ہیں مگر عمل نہیں۔

میں یہ نہیں کہتی کہ حالات بدلنا آسان ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہر تبدیلی ایک طویل اور کٹھن جدوجہد کا نتیجہ ہوتی ہے، مگر یہ بھی سچ ہے کہ کوئی بھی نظام ہمیشہ کے لیے قائم نہیں رہتا۔ جب ناانصافی اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مزدور کو صرف ایک لیبر فورس کے طور پر نہ دیکھیں بلکہ انسان کے طور پر پہچانیں، جس کے خواب ہیں، خواہشات ہیں اور عزت نفس ہے۔ ہمیں ایک ایسے سماج کی تشکیل کرنی ہوگی جہاں ترقی کا مطلب صرف معاشی نمو نہ ہو بلکہ انسانی فلاح بھی ہو۔

یکم مئی کے اس موقع پر، شاید ہمیں خود سے یہ سوال پوچھنا چاہیے کیا ہم واقعی ایک منصفانہ معاشرے کی طرف بڑھ رہے ہیں یا ہم صرف ایک ایسے نظام کو سہارا دے رہے ہیں جو چند لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور باقی سب کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔

یہ سوال آسان نہیں مگر ضروری ہے۔ یکم مئی صرف ایک دن نہیں، ایک یاددہانی ہے کہ انسان کی عزت اس کی محنت اور اس کے حقوق کسی بھی سماج کی بنیاد ہوتے ہیں، اگر یہ بنیاد کمزور ہو جائے تو کوئی بھی عمارت زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔

کوئی بھی سماج اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک انصاف نہ ہو، برابری نہ ہو، لوگوں کو ایک سے مواقع میسر نہ ہوں، اگر ہمیں آگے بڑھنا ہے تو مزدوروں کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا ہوگا۔

شکاگو میں 1886 کے دوران مزدوروں سے 16 گھنٹے بیگار لینے کا معاملہ ہو یا مزدوروں کی اپنی محنت کے حق مانگنے کا واقعہ ہو، امریکا کے عوام اور محنت دشمن قیادت لوٹ کھسوٹ کے سرمایہ دارانہ نظام کو بچانے کے لیے نہ صرف قتل وخون اور بربریت میں مصروف رہی ہے۔

بلکہ ملکوں کی سیاست و اقتصادیات میں اپنے مہرے داخل کر کے ترقی پذیر ممالک کو زیر تسلط لاتی رہی ہے، جس کے لیے امریکی پالیسیوں کے تحت ترقی پذیر ممالک میں مذہبی سیاست کو پروان چڑھایا گیا، افریقی اور اسلامی بلاک میں مذاہب اور قبیلائی بنیاد پر نکاراگوا، روانڈہ، صومالیہ، افریقی جزائر، افغانستان، لیبیا، عراق، فلسطین، غزہ، مشرق وسطی کے تیل کی لوٹ کھسوٹ اور دنیا بھر میں دہشت گردی کی تنظیموں کو نہ صرف اپنے مفاد میں استعمال کیا بلکہ مذکورہ ممالک میں امریکی مفادات کے لیے سرمائے اور ڈالر کی بنیاد پر القاعدہ، داعش، صومالی جنگجو، طالبان، بی ایل اے اور نہ جانے کتنی تنظیمیں بنائی گئیں اور اب بھی وینزویلا سے لے کر مالی تک میں مختلف دہشت گرد گروپوں کی پشت پناہی میں امریکا اور دیگر سرمایہ دار ملک مصروف عمل ہیں۔

سرمایہ دارانہ عالمی نظام کے مزدور دشمن منظر نامے میں ہمارے ایسے ترقی پذیر ممالک میں مزدور تحریک یا روشن خیال سوچ کی سیاست کہاں کھڑی ہے اور اب تک کیوں ایک مزدور دوست معیشت کے مطلوبہ ہدف سیاسی یا ٹریڈ یونین کی سطح پر مضبوط و مربوط نہیں ہو پائے ہیں؟ ٹریڈ یونین سیاست یا روشن خیال سماج کی تشکیل میں ایک مضبوط بیانیہ دینے میں آخر کار ہمارے ہاں کی فکر مند تنظیمیں یا گروہ کیوں اب تک ناکام یا تتر بتر سے نظر آتے ہیں۔

یہ آج کے پاکستانی سماج کا وہ اہم سوال ہے۔۔

جو خاص طور پر 70 اور 80 کی دہائی میں فوجی جنرل ضیا اور ان سے قبل فوجی آمریتوں نے اس سماج کو سرمایہ دار ممالک کے حکمرانوں کی خوشنودی کے لیے نہ صرف جہادی بلکہ غیر سیاسی بنایا اور سماج کو تقسیم کرنے کے لیے فرقہ پرستوں سے لے کر ان خودساختہ سیاست دانوں کو سماج کا نگراں بنایا، جو بادی النظر میں سرمایہ دارانہ مفادات کے خلاف نہیں ہو سکتے

تہذیب کی قرات

خالد محمود رسول

کتاب کے موضوعات اور استدلال کا کینوس بہت وسیع ہے

ہم ایک تہذیبی شیزوفینیا میں مبتلا ہیں، جس نے خود ہمیں اپنی نگاہ سے پوشیدہ کر رکھا ہے۔ خیالی غلبے کی لذت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ واقعی مغلوبیت کی کسک محسوس ہی نہیں ہوتی۔ یہ مختصر اقتباس حال ہی میں شائع ہونے والی ایک عمدہ کتاب تہذیب کی قرات سے ہے) ایمل مطبوعات اسلام آباد(۔ کتاب کے مصنف معروف دانشور، فلاسفر اور ماہر اقبالیات احمد جاوید ہیں۔ اپنے نام اور موضوعات کے اعتبار سے یہ کتاب اسم با مسمی ہے۔ ہمارے ہاں علمی حلقوں میں زیر بحث بہت سے اہم موضوعات اس کتاب کا حصہ ہیں: ایمان اور عقل جدید، تہذیب وثقافت، مغرب: فکری اساسیات سے ماسٹرز بعد جدیدیت تک، دین، احیائے دین اور مذہبی، اصلاحی وسیاسی تحریکیں، مابعد الانسان دور، اقبالیات، ادب وفنون، مختلف نظام ہائے تعلیم وتربیت اور ٹیکنالوجی اور میڈیا۔

کتاب کا عنوان انتہائی معنی خیز ہے۔ اپنی تاریخ، تہذیب اور ورثے کا فخریہ اقرار اور اس کی گہرائی میں اتر کر قرات پر مبنی ہے۔ احمد جاوید باقاعدگی سے مختلف محفلوں، مجالس اور چینلز پر ان موضوعات پر انتہائی پرمغز اور سنجیدہ گفتگو کرتے آئے ہیں۔ یہ کتاب ان کے ایسے ہی مکالموں سے کشید ہے۔ گفتگو یا بیانیہ مواد سے کتاب کی تدوین مشکل امر ہے لیکن شاہد اعوان نے یہ مشکل کام انتہائی محنت اور جاں فشانی سے سرانجام دیا ہے۔

گزشتہ دنوں کاشف منظور ڈائریکٹر جنرل پبلک لائبریریز کے ہاں اس کتاب کا ذکر آیا۔ موضوع کی گیرائی اور احمد جاوید کی استدلال کے سبب کتاب سے دلچسپی بڑھ گئی۔ کاشف منظور نے کتاب عنایت کی۔ مطالعہ شروع کیا تو موضوعات کے تنوع اور استدلال نے باندھ کر رکھ لیا۔

احمد جاوید کو ہم نے کئی بار سنا، ان کی شاعری بھی سنی۔ ان کا انداز بیاں اور لہجہ بہت منفرد ہے۔ ان کی رائے اور استدلال سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان کے خلوص، وسعت مطالعہ اور گہرے غور وفکر کی ریاضت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کتاب کے مرتب اور تدوین کار شاہد اعوان کے بقول احمد جاوید صاحب ہمارے وقت کا ایک نادر علمی وجود اور یگانہ روزگار شخصیت ہیں۔ اپنے موضوعات کے تنوع، فکر کی گہرائی، ندرت بیان، اظہار کے اسلوب، ذہن کی خلاقی، طبیعت کی درویشی اور بے مثل اخلاق جیسے عوامل کے امتزاج نے انھیں یہ مقام عطا کیا ہے۔ احمد جاوید صاحب کی شخصیت تیزی سے گم ہوتی ہوئی ہماری فکر وتہذیب کی ایک کڑی ہے جو اپنے عصر سے ہم آہنگ اور روایت میں گڑی ہے۔ جاوید صاحب کئی برسوں سے مجالس اور سماجی میڈیا کے ذریعے اپنی فکر کا چراغ جلائے ہوئے ہیں اور تہذیب وروایات کے عشاق کے لیے امید کی کرن ہیں۔ احمد جاوید صاحب کا علمی کام بوجوہ تحریری کم اور جدید صوتی وبصری ذرائع ابلاغ کے توسط سے زیادہ رہا۔ حرف مطبوعہ کی وقعت اور اہمیت کے پیش نظر کتابی شکل میں اس مواد سے ایک ایسا گراں مایہ علمی مواد فراہم ہو گیا ہے جو بجا طور پر وقت کی ضرورت ہے۔

کتاب کے موضوعات اور استدلال کا کینوس بہت وسیع ہے اور کالم کا دامن محدود۔ تاہم تہذیب کی قرات سے چند خوشے آپ کی نذر ہمارے زوال کا حقیقی ذمے دار کون؟ اس ضمن میں احمد جاوید کا استدلال کچھ یوں ہے: کبھی غور کیجیے کہ مسلمان علمی طور پر پسماندہ ہیں، بالکل ٹھیک لیکن اس علمی پسماندگی کا بڑا سبب علما نہیں ہیں، جدید تعلیم یافتہ طبقہ ہے، یہ بہت پسماندہ ہے، اسی طرح مسلمان اخلاقی طور پر بہت کم تر ہیں۔

یہ بات بھی بالکل ٹھیک ہے لیکن اس اخلاقی کمتری کے مظاہر جدید تعلیم یافتہ طبقے میں روایتی طبقے سے زیادہ نظر آتے ہیں۔

عالمی استحصالی سیاست کا غیر سیاسی تجزیہ

وارث رضا

طاقتور ملکوں کا کمزور ملکوں کی اقتصادیات پر قبضہ کرنے کی تاریخ بہت زیادہ پرانی ہے

دنیا میں سامراجی حکومتوں اور سرمایہ دارانہ ہوس کا کیوں کا مزدور دشمن کردار ہر برس یکم مئی کو چیخ چیخ کر انسانی محنت کی بے توقیری کو جہاں دنیا کے سامنے لاتا رہتا ہے، وہیں تاریخ شکاگو کے محنت کشوں پر کیے گئے، ظلم وستم دنیا کے سامنے نہ صرف لاتی رہتی ہے بلکہ سامراجی سرمائے کے بل بوتے پر دنیا بھر میں طاقت کے نشے میں طاقتور اقوام کمزور اقوام کے وسائل کو جنگ وجدل سے ہڑپنے اور ظلم وستم کی یاد تازہ کراتی رہتی ہے۔ طاقتور ملکوں کا کمزور ملکوں کی اقتصادیات پر قبضہ کرنے کی تاریخ بہت زیادہ پرانی ہے۔ آج کی نشست میں میرا تکلم ان دوستوں اور روشن خیال فکر کے دلدادہ افراد سے ہے جو دنیا کو ہتھیاروں کی دوڑ سے دور رکھنے کی بات کرتے ہیں۔

اور درد دل سے چاہتے ہیں کہ دنیا میں سرمایہ دارانہ تسلط اور ہیجان خیزی کی جگہ عوام کی معاشی حالت کو بہتر کرنے کی جنگ کی طرف دنیا کو جایا جائے تاکہ پرامن ماحول میں دنیا کے تمام ممالک اپنی توانائی اور آزادی وسلامتی کو عوام کی اقتصادی صورت حال کو بہتر کرنے پر لگائیں اور عوام کی محنت سے ایک ایسا صنعتی انقلاب برپا کریں، جو عوام کی معاشی فکر کو کم کر کے، روزگار کے بہتر مواقع فراہم کرنے کی ضمانت دے۔ اور وہاں کی حکومتیں عوام کو بنیادی صحت وتعلیم کی مفت سہولیات فراہم کرنے کی ریاستی ذمے داری نبھائیں تاکہ دنیا کے عوامی رشتے پر امن بقائے باہمی کے ساتھ معاشی بہتری کے لیے آپس میں مضبوطی سے جڑے رہیں۔ امریکا اور اسرائیل کے مشترکہ جنگی اتحاد کے ذریعے فروری 2026 میں مذاکرات کے دوران ایران پر فوجی پیش قدمی یا حملہ دنیا کی جنگی تاریخ میں کوئی نیا دھوکا یا واقعہ نہیں، جنگ عظیم دوم اور اس کے بعد دنیا کی کمزور معیشتوں کو ہڑپنے یا انھیں اپنے زیر تسلط لانے میں امریکا آج کے جدید دور میں بھی طاقت کے نشے میں ہتھیاروں کے سرمایہ داروں کے ذریعے سرمایہ داری کو بزور طاقت نافذ کرنا چاہتا ہے۔

جس کی مثال فلسطین کے غزہ میں اسرائیلی بربریت اور معصوم بچوں کا قتل اور اب اسرائیل اور لوٹ کھسوٹ کی سرمایہ دارانہ ڈوبتی ہوئی امریکی معیشت کا سب سے بڑا ہدف ایران کی آڑ میں چین اور مشرق وسطی کے تیل پیدا کرنے والے ممالک نظر آتے ہیں۔ امریکی مفادات میں دنیا کو تباہ کرنے اور اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی امریکا کی یہ کوئی نئی حرکت نہیں۔ امریکی مفادات کے حصول میں پینٹاگون اشرافیہ کے نزدیک اس بات کی بھی کوئی اہمیت نہیں کی۔

امریکی صدر ری پبلکن ہے یا ڈیموکریٹ، امریکی پینٹاگون اپنے سرمایہ دارانہ ہدف کے لیے دنیا میں کچھ بھی کر سکتا ہے، کیا پوری دنیا اس حقیقت سے واقف نہیں کہ جنگ عظیم دوم کے دوران جرمن اور جاپان سے شکست کھانے کے قریب امریکا نے روس کے جوزف اسٹالن سے اتحادی ہونے کی نہ صرف پاسداری نہ کی بلکہ اسٹالن کے علم میں لائے بغیر ایٹم بم بنایا اور امریکا کے ڈیموکریٹ صدر ہیری ٹرومین نے جنگ کے بنیادی اصول کو توڑتے ہوئے جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے اور یوں جاپان کی قوت کو ختم کیا گیا۔

شکاگو میں 1886 کے دوران مزدوروں سے 16 گھنٹے بیگار لینے کا معاملہ ہو یا مزدوروں کی اپنی محنت کے حق مانگنے کا واقعہ ہو، امریکا کے عوام اور محنت دشمن قیادت لوٹ کھسوٹ کے سرمایہ دارانہ نظام کو بچانے کے لیے نہ صرف قتل و خون اور بربریت میں مصروف رہی ہے۔ بلکہ ملکوں کی سیاست و اقتصادیات میں اپنے مہرے داخل کر کے ترقی پذیر ممالک کو زیر تسلط لاتی رہی ہے، جس کے لیے امریکی پالیسیوں کے تحت ترقی پذیر ممالک میں مذہبی سیاست کو پروان چڑھایا گیا، افریقی اور اسلامی بلاک میں مذاہب اور قبیلائی بنیاد پر نکاراگوا، روانڈہ، صومالیہ، افریقی جزائر، افغانستان، لیبیا، عراق، فلسطین، غزہ، مشرق وسطی کے تیل کی لوٹ کھسوٹ اور دنیا بھر میں دہشت گردی کی تنظیموں کو نہ صرف اپنے مفاد میں استعمال کیا بلکہ مذکورہ ممالک میں امریکی مفادات کے لیے سرمائے اور ڈالر کی بنیاد پر القاعدہ، داعش، صومالی جنگجو، طالبان، بی ایل اے اور نہ جانے کتنی تنظیمیں بنائی گئیں اور اب بھی وینزویلا سے لے کر مالی تک میں مختلف دہشت گرد گروپوں کی پشت پناہی میں امریکا اور دیگر سرمایہ دار ملک مصروف عمل ہیں۔

سرمایہ دارانہ عالمی نظام کے مزدور دشمن منظر نامے میں ہمارے ایسے ترقی پذیر ممالک میں مزدور تحریک یا روشن خیال سوچ کی سیاست کہاں کھڑی ہے اور اب تک کیوں ایک مزدور دوست معیشت کے مطلوبہ ہدف سیاسی یا ٹریڈ یونین کی سطح پر مضبوط و مربوط نہیں ہو پائے ہیں؟ ٹریڈ یونین سیاست یا روشن خیال سماج کی تشکیل میں ایک مضبوط بیانیہ دینے میں آخر کار ہمارے ہاں کی فکر مند تنظیمیں یا گروہ کیوں اب تک ناکام یا تتر بتر سے نظر آتے ہیں۔

یہ آج کے پاکستانی سماج کا وہ اہم سوال ہے جو خاص طور پر 70 اور 80 کی دہائی میں فوجی جنرل ضیا اور ان سے قبل فوجی آمریتوں نے اس سماج کو سرمایہ دار ممالک کے حکمرانوں کی خوشنودی کے لیے نہ صرف جہادی بلکہ غیر سیاسی بنایا اور سماج کو تقسیم کرنے کے لیے فرقہ پرستوں سے لے کر ان خودساختہ سیاست دانوں کو سماج کا نگراں بنایا، جو بادی النظر میں سرمایہ دارانہ مفادات کے خلاف نہیں ہو سکتے تھے۔ اور آج سیاست اور مزدوروں کے حقوق پر غور و فکر کرنے والے بوجھل دل کے ساتھ پاکستان کے غیر سیاسی بنائے جانے والا عذاب نہ صرف جھیل رہے ہیں بلکہ روشن خیال قوتیں سماج کی ان سیاسی اور نظریاتی قوتوں کو جوڑنے میں ناکام نظر آتی ہیں جو سماج کی نئی نسل کو سیاسی ماحول فراہم کرنے میں سماج کی حقیقتوں کا ادراک رکھتی ہوں۔

ہمارے سیاسی سماج اور نظریاتی تحاریک کے سماج کو جان بوجھ کر غیر آئینی اور آمرانہ حکمرانوں نے بہت منصوبہ بندی سے غیر سیاسی کیا، جس میں سب سے بڑی کراچی کی صنعتی مزدور کی روشن خیال سیاسی قوت کو ختم کرنا ٹھہرا گیا۔

جس کے لیے ان غیر سیاسی حکمرانوں نے اپنے مقاصد کے لیے مذہبی اور قوم پرست قوتوں کو اپنا ہمراہی بنا کر سماج میں غیر سیاسی کوششوں اور عمل کو پروان چڑھایا جس میں سرد جنگ کے خاتمے کے بعد امریکی اور یورپی این جی اوز نے انسانی اور مزدور حقوق کے نام پر سرمایہ دارانہ فنڈنگ لے کر سماج کو سیاسی کے بجائے اصلاحی بنانے کی کوشش کی اور بیشتر این جی اوز کے کرتا دھرتا جنرل پرویز مشرف کے ریفرنڈم میں ان کے ساتھی کے طور پر کام کرتے رہے اور خود پر سے روشن خیالی اور ترقی پسندی کی چادر بھی نہ اتاری۔ یہ پاکستانی سماج کے غیر سیاسی ہونے کا وہ عمومی پہلو ہے جس کو بیشتر دوست نظرانداز کر کے پرانی دوستیاں نبھانے پر غیر سیاسی سوچ کے ساتھ باعمل نظر آتے ہیں، جو کہ ہماری سیاسی سوچ کا ایک افسوسناک اور قابل مذمت پہلو ہے، جس کے پیش نظر ہم اپنی نئی نسل کو غیر سیاسی کرنے کے ذمے دار بھی نظر آتے ہیں۔

سوال تو یہ بھی بنتا ہے کہ جب کمیونسٹوں نے سبط حسن کے توسط سے انقلاب ایران ایسی کتاب کے ذریعے تھیوکریسی کا پردہ چاک کیا تھا، یہ انقلاب ایران کا وہ دور تھا جب سارے روشن خیال خمینی انقلاب کی حمایت کر رہے تھے مگر ایران کی تودہ پارٹی اور دنیا کی کمیونسٹ فکر انقلاب ایران کو ایک رجعتی سیاسی نظام سے تشبیہ دے رہے تھے کیونکہ ظلم و جبر، سرمایہ داری اور ملائیت کا وہ گٹھ جوڑ ہے جسے نظریاتی سیاست اپنائے بغیر سمجھنا مشکل عمل ہے۔

امریکی عوام ایران پر امریکی حملوں کے خلاف محو احتجاج ہو گئے، کیوں کہ ان کے نزدیک یہ اسرائیلی جنگ تھی، اس میں امریکا کو کودنے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر ٹرمپ اپنے عوام کے احتجاج کو نظرانداز کر کے ایران پر اسرائیل کے ساتھ مل کر حملوں میں مصروف رہے، ان حملوں کے نتیجے میں ایران کے رہبر اعلی امام علی خامنہ ای ہی نہیں، کئی ایرانی اہم شخصیات شہید کر دی گئیں۔

یہ جنگ تقریبا ایک ماہ تک جاری رہی مگر اس میں ہر محاذ پر ایران کا پلہ بھاری رہا۔

امن اور انسانیت پر موقف عالمی ضمیر کی آواز

پروفیسر شاداب احمد صدیقی

اگر مذہبی رہنما بھی خاموش رہیں گے تو دنیا میں اخلاقی آواز کمزور ہو جائے گیامریکا، اسرائیل اور ایران کے درمیان جاری کشیدہ صورتحال اور جنگی جنون کے تناظر میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ ایک بار پھر سخت بیانات کے باعث عالمی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں۔ تازہ سیاسی بیانات میں وہ مذہبی رہنما پوپ لیو XIV کے حوالے سے بھی کھل کر سامنے آتے دکھائی دیتے ہیں، جس پر عالمی سطح پر مختلف ردعمل سامنے آ رہا ہے۔

ٹرمپ کے ان مبینہ مقف اور بیانات کے بعد کیتھولک مسیحی حلقوں میں شدید بے چینی اور برہمی کی لہر دیکھی جا رہی ہے، جب کہ ناقدین کے مطابق اس نوعیت کی بیان بازی نہ صرف مذہبی ہم آہنگی کو متاثر کر سکتی ہے بلکہ عالمی سیاسی ماحول کو مزید کشیدہ بنانے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

عالمی منظر نامہ اس وقت سیاسی، مذہبی اور سفارتی کشمکش کے ایک نہایت نازک مرحلے سے گزر رہا ہے۔ مشرق وسطی میں جاری کشیدگی، بڑی طاقتوں کے درمیان بڑھتی ہوئی محاذ آرائی اور بین الاقوامی اداروں کی کمزور ہوتی ہوئی مؤثریت نے دنیا کو ایک غیر یقینی صورت حال سے دوچار کر رکھا ہے۔

ایسے میں مذہبی قیادت، بالخصوص کیتھولک مسیحیوں کے روحانی پیشوا پوپ لیو XIV کی حالیہ سرگرمیوں اور بیانات نے عالمی سطح پر ایک نئی بحث کو جنم دیا ہے۔ یہ لفظی جنگ اس وقت شروع ہوئی جب صدر ٹرمپ نے پوپ لیو کو ان کی امیگریشن اور خارجہ پالیسی) خصوصا ایران کے معاملے میں (پر تنقید کرنے پر خارجہ پالیسی کے لیے کمزور اور نقصان دہ قرار دیا تھا۔ ٹرمپ نے یہاں تک کہا کہ وہ پوپ کے بڑے مداح نہیں ہیں اور انھیں سیاست میں دخل نہیں دینا۔ یہ بحث محض ایک مذہبی رہنما کے بیانات تک محدود نہیں رہی بلکہ اس نے سیاست، اخلاقیات اور بین الاقوامی تعلقات کے درمیان حد فاصل کے حوالے سے بھی کئی سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔

پوپ لیو XIV کی شخصیت ویٹی کن سٹی اور عالمی کیتھولک برادری میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے، وہ نہ صرف مذہبی رہنما ہیں بلکہ کروڑوں افراد کے لیے اخلاقی رہنمائی کا ایک اہم ذریعہ بھی تصور کیے جاتے ہیں۔

پوپ کے عہدے کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ عالمی سطح پر امن، برداشت، انسانی حقوق اور اخلاقی اصولوں کی نمائندگی کریں۔ پوپ لیو نے منصب سنبھالنے کے بعد اپنے ابتدائی خطابات ہی میں اس بات پر زور دیا تھا کہ دنیا کو تقسیم نہیں بلکہ اتحاد اور مکالمے کی ضرورت ہے۔

ان کے نزدیک مذہب کا بنیادی مقصد انسان کو انسان سے جوڑنا اور نفرت کے بجائے محبت کو فروغ دینا ہے۔ حالیہ مہینوں میں پوپ لیو XIV نے دنیا میں جاری جنگوں اور بالخصوص مشرق وسطی کے بحران پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ انھوں نے اپنے ایک عالمی پیغام میں کہا کہ جنگیں انسانی تہذیب کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں اور اگر عالمی برادری نے بروقت سفارت کاری اور مذاکرات کا راستہ نہ اپنایا تو نتائج مزید تباہ کن ہو سکتے ہیں۔

انھوں نے یہ بھی کہا کہ طاقت کا استعمال ہمیشہ حل نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات یہ مسائل کو مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ ان کے مطابق دنیا کو اس وقت ہتھیاروں کی دوڑ نہیں بلکہ امن کی دوڑ کی ضرورت ہے، اگرچہ انھوں نے کسی کا نام نہیں لیا، تاہم ان کا اشارہ بظاہر Donald Trump کی انتظامیہ کی طرف تھا، جس پر الزام ہے کہ وہ عیسائی قوم پرستی کو استعمال کرتے ہوئے امریکا اور اسرائیل کی ایران کے خلاف جنگ کو جواز فراہم کر رہی ہے۔

پوپ نے اپنے سرکاری ایکس) سابقہ ٹوئٹر (اکاؤنٹ پر لکھا: خدا کسی بھی تنازعے کو برکت نہیں دیتا جو کوئی مسیح، یعنی امن کے شہزادے کا پیروکار ہے، وہ کبھی ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا جو کبھی تلوار اٹھاتے تھے اور آج بم گراتے ہیں۔

انھوں نے مزید کہا فوجی کارروائی نہ آزادی کے لیے جگہ پیدا کرے گی اور نہ ہی امن لائے گی۔ امن صرف عوام کے درمیان بقائے باہمی اور مکالمے کے صبر آزما عمل سے ہی ممکن ہے۔

دوسری جانب ٹرمپ اور ان کے اعلی عہدیدار مسلسل مذہبی زبان استعمال کرتے ہوئے یہ تاثر دیتے رہے ہیں کہ امریکا کی ایران کے خلاف کارروائیاں خدائی حمایت سے ہو رہی ہیں، جب کہ ساتھ ہیتباہی اور موتکی دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں۔

جب ٹرمپ نے دھمکی دی کہ اگر ایران نے آبنائے ہرمز نہ کھولی تو ایک پوری تہذیب آج رات ختم ہو سکتی ہے، تو پوپ لیو نے اس بیان کو بالکل ناقابل قبول قرار دیا۔ یہ بیانات عالمی میڈیا میں نمایاں طور پر رپورٹ ہوئے اور مختلف ممالک میں ان پر مختلف ردعمل سامنے آیا۔ کچھ حلقوں نے اسے اخلاقی جرات قرار دیا جب کہ بعض سیاسی مبصرین نے اسے سفارتی معاملات میں مذہبی مداخلت کے طور پر دیکھا۔ اسی دوران امریکا کی سیاسی فضا میں بھی اس معاملے نے جگہ بنائی، جہاں سابق صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے پوپ لیو کے بعض بیانات پر تنقید کی۔

ٹرمپ نے ان بیانات کو سیاسی طور پر غیر حقیقت پسندانہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ عالمی سیاست میں طاقت اور عملی اقدامات زیادہ اہم ہیں۔ ان کے مطابق صرف امن کی اپیلیں زمینی حقائق کو تبدیل نہیں کر سکتیں، بلکہ اس کے لیے مضبوط پالیسی اور سخت فیصلے درکار ہوتے ہیں۔

اس تنقید کے بعد یہ معاملہ صرف مذہبی یا اخلاقی بحث نہیں رہا بلکہ ایک سیاسی بحث کی شکل اختیار کر گیا، جس میں مذہب اور ریاست کے کردار پر سوالات اٹھنے لگے۔

پوپ لیو کا مقف: ان تنقیدوں کے جواب میں پوپ لیو XIV نے اپنے مقف کو مزید واضح کرتے ہوئے کہا کہ ان کی باتیں کسی سیاسی جماعت یا ملک کے خلاف نہیں ہیں۔ انھوں نے زور دیا کہ مذہبی قیادت کا بنیادی کام انسانیت کی خدمت اور امن کی حمایت کرنا ہے۔ ان کے مطابق اگر مذہبی رہنما بھی خاموش رہیں گے تو دنیا میں اخلاقی آواز کمزور ہو جائے گی۔ پوپ نے کہا کہ وہ کسی دبا کے سامنے اپنی اخلاقی ذمے داری سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور انسانیت کے حق میں آواز بلند کرتے رہیں گے۔

اسی عرصے میں پوپ لیو XIV نے افریقہ کے مختلف ممالک کا دورہ بھی کیا۔ اس دورے کا مقصد مذہبی ہم آہنگی، سماجی انصاف اور غربت کے خاتمے جیسے موضوعات پر توجہ دلانا تھا۔ افریقی خطے میں اپنے خطابات کے دوران انھوں نے بار بار اس بات پر زور دیا کہ دنیا میں پائیدار امن صرف اس وقت ممکن ہے جب معاشی ناہمواریوں، مذہبی انتہا پسندی اور سیاسی عدم استحکام کا خاتمہ کیا جائے۔

انھوں نے نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ نفرت انگیز نظریات سے دور رہیں اور علم، برداشت اور مکالمے کو فروغ دیں۔ موجودہ عالمی صورتحال کو دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا پہلے ہی کئی بحرانوں سے گزر رہی ہے۔

توانائی کا بحران، معاشی عدم استحکام، علاقائی جنگیں اور ماحولیاتی مسائل نے عالمی نظام کو دبا میں ڈال رکھا ہے۔ ایسے میں پوپ لیو XIV جیسے عالمی رہنماں کے بیانات ایک علامتی اہمیت بھی رکھتے ہیں۔

بقیہ 1

پاکستان سرفہرست ہے۔ وفاقی دارالحکومت میں ہونے والی ورکشاپ سے لیفٹیننٹ جنرل انعام حیدر ملک کا کہنا تھا کہ پوری دنیا کو موسمیاتی تبدیلیوں کا سامنا ہے۔ [illegible]

بقیہ 2

[illegible]

بقیہ 3

[illegible]

بقیہ 4

[illegible]

بقیہ 5

[illegible]

بقیہ 6

[illegible]

بقیہ 7

[illegible]

بقیہ 8

[illegible]

[illegible]

بقیہ 9

[illegible]

بقیہ 10

[illegible]

بقیہ 11

[illegible]

بقیہ 12

[illegible]

بقیہ 13

[illegible]

بقیہ 14

[illegible]

اسمتھ، صاحبزادہ فرحان، کوشال مینڈس اور عثمان خان نے ایک ایک سنچری اسکور کی۔ رنز کے اعتبار سے پی ایس ایل تاریخ کی سب سے بڑی جیت کا ریکارڈ بھی اسی سیزن میں بنا۔ پشاور زلمی نے کراچی کنگز کے خلاف 159 رنز سے فتح سمیٹی۔ پی ایس ایل کی تاریخ کی سب سے بڑی وکٹ پارٹنرشپ پشاور زلمی کے کپتان بابر اعظم اور کوشال مینڈس کے درمیان 191 رنز کی بنی۔ گیندوں کے اعتبار سے سب سے بڑی جیت کا ریکارڈ بھی اسی سیزن میں بنا۔ اسلام آباد یونائیٹڈ نے حیدرآباد کنگزمین کیخلاف 80 گیند پہلے ہدف حاصل کیا۔ پی ایس ایل کے ایک سیزن میں سفیان مقیم نے سب سے زیادہ 22 شکار کیے۔ آصف محمود نے ڈیبیو پر ایک ہی اوور میں چار وکٹیں حاصل کیں۔

بقیہ 15

کی جانب سے دائر کی گئی تھیں۔ عدالت نے محکمہ مواصلات وتعمیرات (C&W) کو ہدایت کی ہے کہ وہ 7 مئی 2026 کو مجوزہ ٹینڈر نوٹس نہ کھولے، اور اس عمل کو اگلی سماعت یعنی 11 مئی 2026 تک معطل رکھا جائے۔ سماعت کے دوران امان اللہ کنرانی نے اپنے دلائل خود پیش کیے، جبکہ نوابزادہ لشکری رئیسانی کی جانب سے سیال خان کاکڑ ایڈوکیٹ اور محمد ریاض احمد ایڈوکیٹ پیش ہوئے۔ حکومتِ بلوچستان کی نمائندگی ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل شہیک بلوچ نے کی۔ درخواست گزاروں کا مؤقف تھا کہ بلوچستان اسمبلی کی عمارت ایک تاریخی اور قومی ورثہ کی حیثیت رکھتی ہے، جسے گرانے کا فیصلہ نہ صرف قانونی تقاضوں کے خلاف ہے بلکہ عوامی مفاد کے بھی منافی ہے۔ عدالت نے ابتدائی دلائل سننے کے بعد ٹینڈر کے عمل کو روک دیا اور مزید سماعت 11 مئی تک ملتوی کردی۔

بقیہ 16

کیا گیا اور کمیٹی نے 2016 کے اصل ایکٹ کے نفاذ میں پیش آنے والی عملی اور انتظامی خامیوں کو دور کرنے کے لیے قانون میں بہتری کو ناگزیر قرار دیا۔ ان مجوزہ ترامیم کا بنیادی مقصد قانون کو موجودہ قانونی تقاضوں اور بین الاقوامی بہترین روایات سے ہم آہنگ کرنا ہے، جس کے تحت سنگین جرائم کی تعریف کو سات سال یا اس سے زائد قید کی سزا والے جرائم تک محدود کیا گیا ہے تاکہ وسائل کا رخ زیادہ خطرناک مقدمات کی جانب موڑا جا سکے۔ اسی طرح گواہ کی تعریف میں وسعت لاتے ہوئے اب اس میں متاثرین اور مدعیان کو بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ قانون کو مزید جامع بنایا جا سکے، جبکہ گواہوں کو دھمکیوں سے بچانے کے لیے ان کی شناختی تفصیلات کی تبدیلی اور گواہی کے محفوظ اندراج کے لیے خصوصی سہولیات کی شقیں بھی متعارف کرائی گئی ہیں۔ ادارہ جاتی اصلاحات کے تحت وٹنس پروٹیکشن ایڈوائزری بورڈ کی ازسرنو تشکیل اور مقامی سطح پر ذیلی یونٹس کے قیام کی تجویز دی گئی ہے تاکہ نظام کی رسائی کو بہتر بنایا جا سکے۔ کمیٹی نے امید ظاہر کی کہ ان اصلاحات سے بلوچستان میں گواہوں کے تحفظ کا نظام مضبوط اور شفاف ہوگا، جس سے عوام کا نظامِ انصاف اور قانون کی حکمرانی پر اعتماد مزید بڑھے گا۔

بقیہ 17

اسلامی نظریاتی کونسل کوئی فیکٹ فائنڈنگ یا عدالتی فورم نہیں ہے، کسی فرد کی فوجداری ذمہ داری طے کرنا کونسل کا کام نہیں، یہ صرف عدالتوں کا اختیار ہے۔ فیصلے کے مطابق کونسل کی جانب سے دی گئی رائے ملزم کے منصفانہ ٹرائل آرٹیکل 10 اے کے حق کی خلاف ورزی ہے۔ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ انجینئر محمد علی مرزا کیخلاف کونسل کی رائے غیر قانونی قرار دے کر کالعدم قرار دے دی گئی۔ عدالت نے اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے کیخلاف درخواست منظور کرتے ہوئے کہا ہے کہ کونسل کے پاس کسی فرد کے فعل کو جرم قرار دینے کا قانونی اختیار نہیں، فیصلے مطابق جب تک آئین میں ترمیم نہ ہو، کونسل اپنے موجودہ مینڈیٹ سے تجاوز نہیں کرسکتی۔

بقیہ 18

جاری کیا گیا تھا، جس سے موجودہ صوبائی حکومت اصولی طور پر اتفاق نہیں رکھتی۔ اپنے ایک بیان میں شاہد رند نے کہا کہ بلوچستان ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل بھی سابق حکومت نے ہی دائر کی تھی، جبکہ موجودہ حکومت نے نہ تو اس نوٹیفکیشن کا دفاع کیا ہے اور نہ ہی کسی مرحلے پر اس کے حق میں اپیل کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملے پر حکومت کا موقف شروع دن سے واضح اور دوٹوک ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ عوامی وسائل کی ایک ایک پائی عوام کی امانت ہے اور اسے صرف عوامی فلاح و بہبود پر ہی خرچ کیا جانا چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ وفاقی سول سروسز میں مراعات کا باقاعدہ مالی چارٹ موجود ہے جبکہ بلوچستان میں بھی مراعات کے لیے ایک واضح اور منظم شیڈول نافذ ہے، جس کی روشنی میں ہی تمام امور طے کیے جاتے ہیں۔ شاہد رند نے اس بات پر زور دیا کہ موجودہ صوبائی حکومت مذکورہ نوٹیفکیشن اور اس کے تحت دی جانے والی اضافی مراعات کی حمایت نہیں کرتی اور مالی نظم وضبط کو برقرار رکھنے کے لیے شفاف اور اصولی پالیسی پر کاربند ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت عوامی مفاد کو اولین ترجیح دیتے ہوئے ایسے تمام اقدامات سے گریز کرے گی جو قومی خزانے پر غیر ضروری بوجھ ڈالنے کا سبب بنیں، اور اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ وسائل کا استعمال صرف عوامی بہبود اور ترقیاتی منصوبوں پر کیا جائے۔

بقیہ 19

گھیرے میں لے کر جائے وقوعہ سے شواہد اکٹھے کیے اور لاشوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ابتدائی معلومات کے مطابق دونوں افراد کو قریب سے فائرنگ کر کے قتل کیا گیا۔ لاشوں پر گولیوں کے متعدد نشانات پائے گئے ہیں، جس سے خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ انہیں ٹارگٹ کرکے نشانہ بنایا گیا۔ تاہم قتل کی وجوہات اور محرکات کے بارے میں تاحال کچھ حتمی طور پر نہیں کہا جاسکا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ مقتولین کی شناخت کے لیے کوششیں جاری ہیں جبکہ لاشوں کو قانونی کارروائی اور پوسٹ مارٹم کے لیے مقامی ہسپتال منتقل کردیا گیا ہے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے بعد قتل کے وقت اور دیگر اہم شواہد کے بارے میں مزید معلومات سامنے آنے کی توقع ہے پولیس نے یو این اے کو بتایا ہے کہ مطابق پولیس مختلف پہلوں سے واقعے کی تحقیقات کررہی ہے اور یہ جاننے کی کوشش کی جارہی ہے کہ آیا واقعہ ذاتی دشمنی، پرانی رنجش یا کسی اور مجرمانہ سرگرمی کا نتیجہ ہے۔ علاقے میں مشتبہ افراد کی نقل و حرکت سے متعلق معلومات بھی جمع کی جارہی ہیں۔ واقعے کے بعد مقامی آبادی میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے، جبکہ شہریوں نے علاقے میں امن و امان کی صورتحال بہتر بنانے اور جرائم پیشہ عناصر کے خلاف مؤثر کارروائی کا مطالبہ کیا ہے پولیس حکام کا کہنا ہے کہ واقعے میں ملوث عناصر کو جلد قانون کی گرفت میں لانے کے لیے کارروائیاں تیز کردی گئی ہیں اور مختلف مقامات پر چھاپے بھی مارے جارہے ہیں۔ مزید تحقیقات جاری ہیں۔

بقیہ 20

گیا۔ اجلاس میں ڈپٹی کمشنر نے واضح ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا کہ پرائس کنٹرول، تندور مافیا، دودھ فروشوں، گوشت فروشوں اور ممنوعہ پلاسٹک تھیلوں کے خلاف کارروائیوں کو مزید تیز اور مؤثر بنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ عوام کو ریلیف فراہم کرنا ضلعی انتظامیہ کی اولین ترجیح ہے اور کسی بھی قسم کی گرانفروشی یا غیر قانونی منافع خوری کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اجلاس میں ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر (جنرل) محمد انور کاکڑ، ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر (ریونیو) حافظ محمد طارق، اسسٹنٹ کمشنر (سٹی)، اسسٹنٹ کمشنر کچلاک، اسسٹنٹ کمشنر سریاب اور اسسٹنٹ کمشنر صدر نے شرکت کی۔ ڈپٹی کمشنر مہراللہ بادینی نے تمام افسران کو نئے ٹاسک سونپتے ہوئے ہدایت کی کہ فیلڈ میں موجودگی کو یقینی بنایا جائے اور روزانہ کی بنیاد پر کارروائیوں کی رپورٹ پیش کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ مقررہ نرخنامے پر سختی سے عملدرآمد کروایا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف فوری قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

بقیہ 21

شہریوں نے چیئرمین کو اپنے علاقوں میں موجود مسائل سے آگاہ کیا اور فوری حل کی درخواست کی۔ چیئرمین نے عوامی شکایات کو توجہ سے سنتے ہوئے موقع پر ہی متعلقہ عملے کو ضروری ہدایات جاری کیں اور مسائل کے جلد از جلد حل کی یقین دہانی کروائی۔ دورے کے دوران میر بجار خان جمالی، جنرل کونسلر غلام مرتضیٰ لاشاری اور تحصیل پریس کلب گنداخہ کے صحافی بھی چیئرمین کے ہمراہ موجود تھے۔ بعد ازاں چیئرمین ڈاکٹر جاوید اختر جمالی نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میونسپل کمیٹی گنداخہ کے تمام وارڈز کا مرحلہ وار دورہ کیا جائے گا تاکہ ہر علاقے کے مسائل کی نشاندہی کر کے انہیں ترجیحی بنیادوں پر حل کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ عوامی خدمت ان کی سیاست کا بنیادی محور ہے اور وہ شہر کے ہر شہری کو بنیادی سہولیات کی فراہمی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ گنداخہ کی ترقی اور خوشحالی کیلئے ایک واضح وژن کے تحت کام کیا جا رہا ہے، جس میں صاف ستھرا ماحول، بہتر نکاسی آب، معیاری سڑکیں اور جدید شہری سہولیات کی فراہمی شامل ہے۔ چیئرمین نے مزید کہا کہ شہریوں کے تعاون کے بغیر ترقی کا عمل مکمل نہیں ہوسکتا، اس لئے عوام کو بھی چاہیے کہ وہ صفائی اور دیگر امور میں میونسپل کمیٹی کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ انہوں نے یقین دلایا کہ دستیاب وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے شہر کی بہتری کیلئے تمام ممکنہ اقدامات کیے جائیں گے۔ عوامی حلقوں نے چیئرمین کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے اسے عوامی خدمت کی جانب ایک مثبت پیش رفت قرار دیا اور امید ظاہر کی کہ ان کے وژن کے تحت گنداخہ شہر میں نمایاں بہتری آئے گی۔

بقیہ 22

بزرگوں خواتین اور بچوں نے بھرپور شرکت کی اور انہیں موقع پر مفت طبی معائنہ تشخیص اور معیاری ادویات کی سہولت فراہم کی گئی کیمپ کے دوران مریضوں کی بڑی تعداد نے ماہر ڈاکٹروں سے تفصیلی چیک اپ کروایا کوئٹہ سے تشریف لائی ہوئی پاک فوج کی ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم نے انتہائی پیشہ ورانہ ہمدردانہ اور ذمہ دارانہ انداز میں اپنی خدمات سرانجام دیں ٹیم میں ماہر امراضِ نسواں گائناکالوجسٹ ماہر امراضِ اطفال پیڈیاٹریشن، ڈینٹل سرجن، میڈیکل سپیشلسٹ اور جنرل فزیشنز شامل تھے جنہوں نے نہ صرف بیماریوں کی بروقت تشخیص کی بلکہ مریضوں کو صحت مند طرزِ زندگی، احتیاطی تدابیر اور ضروری رہنمائی بھی فراہم کی جن مریضوں کو فوری علاج یا ادویات کی ضرورت تھی انہیں موقع پر ہی مفت ادویات فراہم کی گئیں جس سے سینکڑوں مستحق اور ضرورت مند خاندانوں کو فوری ریلیف حاصل ہوا ایریا کمانڈر کرنل سالار کی خصوصی ہدایات پر کیمپ میں مثالی سیکیورٹی انتظامات پاک فوج کے جوانوں نے سرانجام دیئے اور بہترین سہولیات کو یقینی بنایا گیا تاکہ ہر شہری بلاخوف وخطر اور مکمل اعتماد کے ساتھ طبی خدمات سے مستفید ہو سکے پاک فوج کے جوانوں اور ہسپتال انتظامیہ نے بھی بھرپور تعاون کا مظاہرہ کرتے ہوئے مریضوں کی رہنمائی اور سہولیات کی فراہمی میں اہم کردار ادا کیا پورے کیمپ کا ماحول نہایت پرامن، منظم اور عوام دوست رہا جہاں ہر آنے والے شہری کو عزت اور توجہ کے ساتھ سہولت فراہم کی گئی علاقہ مکینوں نے پاک فوج کے اس انسان دوست اور قابلِ تحسین اقدام کو دل کی گہرائیوں سے سراہا عوام کا کہنا تھا کہ ایسے فری میڈیکل کیمپس نہ صرف علاج معالجے کی سہولت فراہم کرتے ہیں بلکہ محرومیوں میں گھرے علاقوں کے لیے امید، اعتماد اور سکون کا پیغام بھی بن کر آتے ہیں مقامی لوگوں نے اس بات پر زور دیا کہ ایسے فلاحی اقدامات عوام اور اداروں کے درمیان اعتماد کو مزید مضبوط کرتے ہیں اور یہ احساس اجاگر کرتے ہیں کہ مشکل کی ہر گھڑی میں عوام تنہا نہیں ہیں بلکہ پاک فوج ان کی پشت پناہی کے لیے ہر وقت مستعد اور تیار ہے شہریوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مستقبل میں بھی ایسے فلاحی اور صحت عامہ کے پروگرام تسلسل کے ساتھ جاری رکھے جائیں تاکہ ہر ضرورت مند تک علاج کی سہولت اس کی دہلیز تک پہنچ سکے اختتام پر عوام نے ایریا کمانڈر کرنل سالار پاک فوج کے جوانوں اور ڈاکٹروں کا خصوصی شکریہ ادا کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ ایسے مثبت انسان دوست اور فلاحی اقدامات کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے یاد رکھا جائے گا۔

بقیہ 23

ہے، جہاں دکانداروں کی جانب سے روزمرہ استعمال کی اشیا کی قیمتوں میں من مانا اضافہ جاری ہے۔ دودھ، آٹا، گوشت، روٹی اور دیگر اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں حالیہ اضافے نے متوسط اور غریب طبقے کی مشکلات کو مزید بڑھا دیا ہے، جبکہ شہریوں نے ضلعی انتظامیہ اور متعلقہ حکام کی خاموشی پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے شہریوں کے مطابق کوئٹہ میں دودھ کی قیمت میں ازخود 20 روپے فی لیٹر اضافہ کردیا گیا ہے، جس کے بعد دودھ عام صارفین کی پہنچ سے مزید دور ہوگیا ہے جبکہ دہی فی کلو 250 سے 260 روپے میں فروخت ہورہا ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ مہنگائی کے اس دور میں بچوں، بزرگوں اور مریضوں کے لیے دودھ ایک بنیادی ضرورت ہے، مگر قیمتوں میں مسلسل اضافے کے باعث یہ ضرورت بھی ایک بوجھ بنتی جارہی ہے خبر رساں ادارے یو این اے کے خصوصی سروے رپوٹ کے مطابق کوئٹہ شہر میں روٹی کے وزن میں بھی نمایاں کمی کردی گئی ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ 40 روپے میں فروخت ہونے والی روٹی نہ صرف وزن میں کم ہے بلکہ معیار کے لحاظ سے بھی انتہائی ناقص اور پتلی یعنی پاپڑ نما روٹی بن چکی ہے۔ عوامی حلقوں نے الزام عائد کیا ہے کہ نانبائی سرکاری نرخنامے اور وزن کی مکمل خلاف ورزی کررہے ہیں مگر ان کے خلاف مؤثر کارروائی نہیں ہورہی۔ ڈبل روٹی کی فروخت میں بھی صارفین کو مشکلات کا سامنا ہے۔ ذرائع کے مطابق پابندیوں اور واضح ہدایات کے باوجود بعض دکاندار صارفین کو ڈبل روٹی کے نام پر کم وزن سنگل پراڈکٹ فروخت کررہے ہیں، جبکہ اس کی قیمت 80 روپے تک وصول کی جارہی ہے۔ شہریوں نے اس عمل کو کھلی دھوکہ دہی قرار دیتے ہوئے متعلقہ حکام سے نوٹس لینے کا مطالبہ کیا بیگ وشت کی قیمتوں میں بھی مسلسل اضافہ ریکارڈ کیا جارہا ہے۔ کوئٹہ شہر کے مختلف علاقوں میں چھوٹا گوشت 2700 روپے فی کلو تک فروخت ہورہا ہے جبکہ بڑا گوشت 1800 روپے فی کلو دستیاب ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ گوشت پہلے ہی عام آدمی کی پہنچ سے باہر تھا، تاہم حالیہ اضافے کے بعد متوسط طبقہ بھی اسے خریدنے سے قاصر ہوتا جارہا ہے یو این اے کو مطابق آٹے کی قیمتوں میں بھی ایک ہی روز میں نمایاں اضافہ سامنے آیا ہے۔ شہریوں کے مطابق 20 کلو آٹے کا تھیلا جو چند روز قبل 2200 روپے میں فروخت ہورہا تھا، اب 2500 روپے تک پہنچ چکا ہے۔ یوں صرف ایک دن میں آٹے کی قیمت میں 300 روپے کا اضافہ کردیا گیا، جس نے گھریلو بجٹ کو مزید متاثر کیا ہے۔ پیر کے روز کوئٹہ کے مختلف بازاروں اور دکانوں پر 20 کلو آٹے کا تھیلا 2500 روپے میں فروخت ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں شہریوں اور سماجی حلقوں نے کہا ہے کہ کوئٹہ میں مارکیٹ مافیا نے حکومتی رٹ کو کھلا چیلنج دے رکھا ہے اور من مانی قیمتوں کے ذریعے عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جارہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پرائس کنٹرول کمیٹیاں، ضلعی انتظامیہ اور متعلقہ ادارے اگرچہ کاغذی طور پر متحرک دکھائی دیتے ہیں، مگر عملی طور بازاروں میں صورتحال مکمل طور پر بے قابو ہو چکی ہے عوام نے حکومت بلوچستان، کمشنر کوئٹہ اور ضلعی انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ مارکیٹ مافیا، ذخیرہ اندوزوں اور گراں فروشوں کے خلاف فوری اور سخت کارروائی عمل میں لائی جائے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ روزمرہ اشیا کی قیمتوں کو کنٹرول کرنا حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے اور اگر فوری اقدامات نہ کیے گئے تو مہنگائی کا بحران مزید سنگین ہوسکتا ہے۔ شہریوں نے مطالبہ کیا ہے کہ دودھ، آٹا، گوشت، روٹی اور دیگر بنیادی اشیا کی قیمتوں کا ازسرنو جائزہ لیا جائے، سرکاری نرخناموں پر سختی سے عملدرآمد یقینی بنایا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف بھاری جرمانوں کے ساتھ دکانیں سیل کرنے جیسے اقدامات کیے جائیں تاکہ عوام کو ریلیف فراہم کیا۔

بقیہ 24

ذرائع کے مطابق آڈٹ حکام نے اپنی رپورٹ میں نشاندہی کی ہے کہ محکمہ زراعت کے اس ریسرچ ادارے کا بنیادی مقصد کھجور، آم، لیموں اور دیگر پھلوں کی جدید اقسام پر تحقیق، پیداوار میں اضافہ اور بیماریوں کے تدارک کے لیے سائنسی بنیادوں پر کام کرنا تھا، مگر خطیر فنڈز خرچ ہونے کے باوجود اس مقصد کے حصول کے لیے کوئی مؤثر منصوبہ شروع نہیں کیا گیا رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ریسرچ فارم میں 8 ریسرچ آفیسرز، تکنیکی عملہ اور جدید لیبارٹری کی سہولت موجود ہونے کے باوجود فصلوں کی بہتری یا نئی اقسام متعارف کرانے کے حوالے سے کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ آڈٹ حکام نے سوال اٹھایا ہے کہ جب ادارے میں مطلوبہ افرادی قوت اور انفراسٹرکچر موجود تھا تو پھر ریسرچ سرگرمیوں میں پیش رفت کیوں نہ ہوسکی یو این اے کو ذرائع نے بتایا ہے کہ محکمہ کی انتظامی غفلت اور ناقص منصوبہ بندی کے باعث تربت اور مکران ڈویژن میں کھجوروں کی پیداوار اور معیار بہتر بنانے کا خواب ادھورا رہ گیا، جبکہ آم اور لیموں جیسی اہم فصلوں پر بھی تحقیق نہ ہونے کے برابر رہی۔ زرعی ماہرین کے مطابق بلوچستان موسمیاتی لحاظ سے کئی پھلوں اور فصلوں کے لیے موزوں خطہ ہے، مگر تحقیق اور جدید ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی کے باعث صوبہ اپنی زرعی صلاحیت سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھا سکا۔

بقیہ 25

علاقے میں سیکیورٹی ہائی الرٹ کردی گئی اور سول ہسپتال چمن سمیت اطراف کے علاقوں کو فورسز نے گھیرے میں لے لیا واقعہ اس وقت پیش آیا جب ایف سی ہیڈکوارٹرز کے قریب معمول کی چیکنگ کے دوران سیکیورٹی اہلکاروں نے موٹر سائیکل پر سوار دو مشتبہ افراد کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ابتدائی اطلاعات کے مطابق دونوں افراد نے رکنے کے بجائے مبینہ طور پر سیکیورٹی اہلکاروں پر فائرنگ کردی، جس پر فورسز نے فوری جوابی کارروائی کی فائرنگ کے تبادلے کے نتیجے میں موٹر سائیکل پر سوار ایک شخص موقع پر جاں بحق ہوگیا جبکہ دوسرا زخمی حالت میں گرفتار یا تحویل میں لیے جانے کی اطلاعات سامنے آئی ہیں۔ دوسری جانب فائرنگ کے دوران ایک سیکیورٹی اہلکار بھی زخمی ہوا جسے فوری طبی امداد کے لیے ہسپتال منتقل کیا گیا واقعے کے بعد زخمی اور جاں بحق افراد کو فوری طور پر سول ہسپتال چمن منتقل کردیا گیا، جہاں ایمرجنسی نافذ کرتے ہوئے اضافی طبی عملہ طلب کرلیا گیا یو این اے کے مطابق سیکیورٹی فورسز نے ہسپتال کے اطراف سخت سیکیورٹی حصار قائم کردیا ہے اور غیر متعلقہ افراد کی آمدورفت محدود کردی گئی ہے ذرائع کا کہنا ہے کہ ابتدائی طور پر دونوں موٹر سائیکل سوار افراد شکل و صورت اور لباس سے افغان شہری معلوم ہوتے ہیں، تاہم ان کی شناخت یا شہریت کے حوالے سے تاحال کوئی سرکاری تصدیق سامنے نہیں آئی۔ متعلقہ ادارے شناختی دستاویزات، موبائل فونز اور دیگر شواہد کی مدد سے واقعے کی مکمل چھان بین کررہے ہیں واقعے کے بعد چمن شہر میں سیکیورٹی مزید سخت کردی گئی ہے جبکہ ایف سی، پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے علاقے میں سرچ اور کلیئرنس آپریشن بھی شروع کردیا ہے تاکہ کسی بھی ممکنہ خطرے یا ساتھی عناصر کا سراغ لگایا جاسکے حکام کے مطابق واقعے کی تمام پہلوں سے تحقیقات جاری ہیں اور یہ معلوم کیا جارہا ہے کہ آیا مذکورہ افراد کسی تخریبی کارروائی کے ارادے سے حساس مقام کے قریب موجود تھے یا معمول کی نقل و حرکت کے دوران یہ صورتحال پیدا ہوئی چمن، پاک افغان سرحد سے متصل حساس شہر ہونے کے باعث سیکیورٹی اعتبار سے انتہائی اہمیت رکھتا ہے، جہاں ماضی میں بھی مختلف نوعیت کے سیکیورٹی واقعات اور کشیدگی کے واقعات رپورٹ ہوتے رہے ہیں۔ حالیہ واقعے کے بعد شہریوں میں تشویش پائی جارہی ہے جبکہ حکام نے عوام سے اپیل کی ہے کہ افواہوں سے گریز کریں اور مشکوک سرگرمیوں کی فوری اطلاع متعلقہ اداروں کو دیں۔

بقیہ 26

کاشت نے ایک اہم سنگِ میل عبور کرلیا ہے، جہاں تقریباً 26 لاکھ زیتون کے پودے اب باقاعدہ پیداوار کے مرحلے میں داخل ہوچکے ہیں۔ صوبے کے مختلف اضلاع میں جاری اس زرعی انقلاب نے نہ صرف مقامی معیشت کو تقویت دی ہے بلکہ پاکستان کو عالمی زیتون مارکیٹ میں ایک ابھرتی ہوئی قوت کے طور پر بھی متعارف کروانا شروع کردیا ہے۔ لورالائی زیتون کی پیداوار کا نیا مرکز ماہرین زراعت نے یو این اے سے بات چیت میں بتایا کہ ضلع لورالائی زیتون کی کاشت کا مرکزی حب بن کر سامنے آیا ہے، جہاں پیدا ہونے والے زیتون میں تیل کی شرح 25 سے 32 فیصد تک ریکارڈ کی گئی ہے۔ یہ شرح بین الاقوامی معیار کے مطابق نہایت اعلیٰ تصور کی جاتی ہے، جو اس خطے کی زمین اور موسمی حالات کی موزونیت کو ظاہر کرتی ہے۔ خشک سالی کا مؤثر متبادل بلوچستان جیسے خشک سالی سے متاثرہ خطے میں زیتون کی کاشت ایک پائیدار اور مؤثر متبادل کے طور پر ابھر رہی ہے۔ زرعی ماہرین کے مطابق زیتون کا پودا کم پانی میں بھی نشوونما پا سکتا ہے اور ایک بار لگانے کے بعد تقریباً 40 سے 50 سال تک مسلسل پیداوار دیتا ہے۔ یہی خصوصیات اسے موسمیاتی تبدیلیوں کے تناظر میں ایک اسٹریٹجک فصل بناتی ہیں۔ کاشتکاروں کے لیے معاشی خوشحالی کی نوید زیتون کی بڑھتی ہوئی پیداوار کے ساتھ ساتھ اس کے پراسیسنگ، پیکجنگ اور ویلیو ایڈیشن کے شعبوں میں بھی سرمایہ کاری کے مواقع بڑھ رہے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر جدید مشینری اور مارکیٹنگ کے نظام کو فروغ دیا جائے تو کاشتکاروں کی آمدن میں کئی گنا اضافہ ممکن ہے۔ مقامی سطح پر آئل ایکسٹریکشن یونٹس کے قیام سے روزگار کے نئے مواقع بھی پیدا ہورہے ہیں۔ مکمل پیداوار کی جانب پیش رفت حکام کے مطابق بلوچستان 29-2028 تک مکمل پیداواری مرحلے میں داخل ہوجائے گا، جس کے بعد نہ صرف ملکی ضروریات پوری کی جاسکیں گی بلکہ برآمدات کے ذریعے قیمتی زرمبادلہ بھی حاصل ہونے کی توقع ہے۔ قومی وعالمی تناظر عالمی سطح پر زیتون کے تیل کی مانگ میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے، خصوصاً صحت بخش غذا کے رجحان کے باعث اس کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ ایسے میں بلوچستان کا زیتون عالمی منڈی میں اپنی جگہ بنانے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ وائس آف بلوچستان کا عزم وائس آف بلوچستان نے اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ وہ صوبے کے محنتی کسانوں کی کاوشوں کو قومی و بین الاقوامی سطح پر اجاگر کرے گا۔ ان کے مطابق، یہ زیتون صرف ایک پودا نہیں بلکہ بلوچستان کی خوشحالی، خودکفالت اور روشن مستقبل کی علامت ہے بلوچستان میں زیتون کی کاشت نہ صرف زرعی ترقی کی ایک روشن مثال ہے بلکہ یہ موسمیاتی چیلنجز سے نمٹنے، دیہی معیشت کو مستحکم کرنے اور پاکستان کو زرعی برآمدات میں خودکفیل بنانے کی جانب ایک اہم قدم بھی ہے۔ مستقبل قریب میں بلوچستان کا زیتون عالمی معیار کی پہچان بننے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

بقیہ 27

جائے گی محکمہ صحت کی جانب سے جاری نوٹس کے مطابق دوہری ملازمت میں ملوث 40 ڈاکٹروں میں 7 مستقل جبکہ 33 کنٹریکٹ پر تعینات ڈاکٹرز شامل ہیں۔ محکمانہ ریکارڈ کے مطابق ان ڈاکٹرز کو گزشتہ چار سے پانچ ماہ سے مسلسل نوٹسز جاری کیے جارہے تھے تاکہ وہ اپنی پوزیشن واضح کرسکیں، تاہم بیشتر ڈاکٹرز کی جانب سے تاحال کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ مسلسل عدم تعاون اور خاموشی کے باعث محکمہ صحت نے اب انہیں حتمی نوٹس جاری کردیا ہے ذرائع کا کہنا ہے کہ محکمہ صحت کو کافی عرصے سے شکایات موصول ہورہی تھیں کہ بعض ڈاکٹرز سرکاری ملازمت کے ساتھ ساتھ دیگر سرکاری اداروں، نجی اسپتالوں یا مختلف محکموں میں بھی فرائض انجام دے رہے ہیں، جو سرکاری سروس رولز اور ملازمت کے ضابطہ اخلاق کی واضح خلاف ورزی ہے۔ اس صورتحال کے باعث نہ صرف سرکاری اسپتالوں میں طبی سہولیات متاثر ہورہی ہیں بلکہ عوام کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے محکمہ صحت کے ایک اعلیٰ افسر نے بتایا کہ سرکاری ملازمین کے لیے بیک وقت دو مختلف اداروں میں ملازمت کرنا قواعد کے خلاف ہے، خاص طور پر صحت جیسے حساس شعبے میں اس قسم کی بے ضابطگیاں ناقابل برداشت ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر متعلقہ ڈاکٹرز مقررہ مدت میں جواب جمع نہ کراسکے تو انہیں ملازمت سے فارغ کرنے کے ساتھ دیگر قانونی کارروائی بھی کی جاسکتی ہے۔ دوسری جانب حکومت بلوچستان نے معاملے کو مزید سنجیدگی سے لیتے ہوئے محکمہ صحت سمیت دیگر سرکاری محکموں کے ملازمین کے ریکارڈ کی جانچ پڑتال کا فیصلہ کیا ہے۔ ذرائع کے مطابق حکومت نے مختلف سرکاری اہلکاروں کا ڈیٹا نادرا، پاسپورٹ آفس اور محکمہ داخلہ سے طلب کرلیا ہے تاکہ ملازمین کے کوائف، سروس ریکارڈ اور ممکنہ بے ضابطگیوں کی مکمل چھان بین کی جاسکے ذرائع نے یو این اے کو بتایا ہے کہ مختلف محکموں کے سرکاری اہلکاروں کے کوائف کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد ایسے تمام ملازمین کی نشاندہی کی جائے گی جو قواعد وضوابط کی خلاف ورزی میں ملوث پائے گئے۔ ابتدائی جانچ مکمل ہونے کے بعد ان ملازمین کے خلاف بھی محکمانہ کارروائی کا آغاز کیا جائے گا حکومتی حلقوں کے مطابق یہ اقدام سرکاری اداروں میں شفافیت، نظم وضبط اور احتساب کے نظام کو مضبوط بنانے کے لیے کیا جارہا ہے تاکہ عوامی وسائل کا درست استعمال یقینی بنایا جاسکے۔ حکام کا کہنا ہے کہ آئندہ کسی بھی سرکاری ملازم کو قواعد سے ہٹ کر دوہری ملازمت یا دیگر غیر قانونی سرگرمیوں کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس انکشاف کے بعد محکمہ صحت سمیت دیگر سرکاری اداروں میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے، جبکہ مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر حکومت اس معاملے کو منطقی انجام تک پہنچاتی ہے تو یہ سرکاری اداروں میں احتساب کے عمل کو مزید مؤثر بنانے میں اہم پیش رفت ثابت ہوسکتی ہے۔

بقیہ 28

بلوچستان، بالخصوص گوادر کے نوجوانوں کے لیے ایک ویژنری اور بیش بہا قیمتی تحفہ ہے۔ اس وقت ملک بھر میں چھتیس ہزار سے زائد نوجوان اس پروگرام سے مستفید ہورہے ہیں۔ پروگرام کا مقصد نوجوانوں کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے آئی ٹی اسکلز سے روشناس کرانا ہے تاکہ وہ مستقبل میں ملک و قوم کی خدمت کر سکیں۔ تقریب میں بتایا گیا کہ گوادر میں اس پروگرام کے انٹری ٹیسٹ میں 4500 طلبہ نے شرکت کی جو نوجوانوں میں جدید تعلیم کے بڑھتے ہوئے رجحان کا واضح ثبوت ہے۔ بنو قابل آئی ٹی فری ٹریننگ سینٹر بلوچستان کا تیسرا بڑا پروگرام ہے، جس سے غریب اور باصلاحیت نوجوانوں کو جدید علوم کے حصول میں مدد ملے گی۔ اس موقع پر الخدمت فاؤنڈیشن بلوچستان کے صدر عبدالمجید سربازی نے بتایا کہ اس پروگرام کے تحت تین مختلف آئی ٹی کورسز کرائے جائیں گے جن کا دورانیہ چار ماہ ہوگا یہ جدید لیب ایک کروڑ روپے کی لاگت سے قائم کی گئی ہے جس میں پچاس سے زائد کمپیوٹرز نصب ہیں اور تمام جدید سہولیات فراہم کی گئی ہیں طلباء اور نوجوانوں کی بہتر مستقبل باعزت روزگار کیلئے یہ بہترین انقلابی پروگرام ہے الخدمت فاؤنڈیشن بلوچستان کو تعلیم وٹیکنالوجی دے کر امن روشنی اور ترقی کی راہ پر لے جانا چاہتے ہیں۔ تقریب سے جماعت اسلامی گوادر کے امیر سعید احمد بلوچ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جماعت اسلامی ہمیشہ سے عوامی خدمت میں پیش پیش رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی کے منتخب نمائندے عوامی مسائل کو مؤثر انداز میں اجاگر کر رہے ہیں جبکہ ایم پی اے مولانا ہدایت الرحمان کی کارکردگی ایک روشن مثال ہے۔ گوادر گرائمر اسکول کے پرنسپل ناصر رحیم سہرابی نے کہا کہ اس جدید آئی ٹی لیب کے قیام سے نوجوانوں کو سیکھنے کے بہترین مواقع میسر آئیں گے۔ انہوں نے اس اقدام کا کریڈٹ ایم پی اے مولانا ہدایت الرحمان الخدمت فاؤنڈیشن اور جماعت اسلامی کی قیادت کو دیا۔ ایم پی اے گوادر مولانا ہدایت الرحمان نے اپنے خطاب میں مزید کہا کہ موجودہ تعلیمی نظام نوجوانوں کو عملی زندگی کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کر پا رہا، اس لیے ضروری ہے کہ فنی اور جدید تعلیم کو فروغ دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی اور الخدمت فاؤنڈیشن نے متبادل تعلیمی اقدامات کے ذریعے نوجوانوں کو بااختیار بنانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ نوجوانوں کو منشیات سے بچانے کے لیے 35 کروڑ روپے کی لاگت سے ہسپتال قائم کیا جا رہا ہے جبکہ یتیم بچوں کی کفالت اور بیلہ میں ہاسٹل کے قیام پر بھی کام جاری ہے۔ ''بڑھتا پڑھتا بلوچستان'' پروگرام کے تحت 35 اسکول قائم کیے جائیں گے جبکہ ضلع بھر میں بند 313 اسکولوں کو فعال کردیا گیا ہے۔ مولانا ہدایت الرحمان نے کہا کہ عوام کو وقتی سہولیات کے بجائے معیاری تعلیم کے حصول پر توجہ دینی چاہیے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ گوادر کے مختلف علاقوں میں مزید آئی ٹی لیبز قائم کی جائیں گی، جبکہ اس نئے سینٹر میں باقاعدہ کلاسز کا آغاز 15 مئی سے ہوگا۔ تقریب کے اختتام پر اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ ایسے فلاحی اور تعلیمی منصوبے نوجوانوں کے روشن مستقبل اور علاقے کی ترقی میں اہم کردار ادا کریں گے

بقیہ 29

کہ ولیس کماران کی بیٹی کو اغوا کر کے لے گیا ہے، جسے اہل خانہ نے بے بنیاد قرار دیا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ ان کے ماموں نے کاروباری رقم ہڑپ کرنے کی غرض سے ویکش کمار کو یا تو لاپتہ کردیا ہے یا قتل کردیا ہے۔ اہل خانہ کا کہنا ہے کہ وہ اپنے بھائی کی تلاش میں مختلف مقامات پر گئے مگر کوئی سراغ نہیں ملا۔ مزید یہ کہ ملزمان کی جانب سے انہیں مسلسل دھمکیاں دی جارہی ہیں کہ یا تو ان کی بیٹی کو واپس کریں یا لاکھوں روپے ادا کریں، بصورت دیگر سنگین نتائج بھگتنے ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور محنت مزدوری کر کے گزارا کرتے ہیں، اس لیے انصاف کے سوا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ متاثرہ خاندان نے وزیر اعلیٰ سندھ اور پولیس حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ نامزد افراد کو فوری گرفتار کر کے ویکش کمار کو بازیاب کرایا جائے اور انہیں انصاف فراہم کیا جائے۔

بقیہ 30

کے شعبہ صحت میں سعودی عرب کی مسلسل اور فراخدلانہ معاونت پر خصوصی شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ کنگ سلمان ہسپتال کا قیام دونوں ممالک کے دیرینہ برادرانہ تعلقات کی مضبوط علامت ہوگا، یہ منصوبہ پاکستانی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے سعودی عرب کے عزم کا مظہر ہے۔ وفاقی وزیر نے کہا کہ کنگ سلمان ہسپتال کی تعمیر حکومت کی اعلیٰ ترین ترجیحات میں شامل ہے، منصوبے کے تمام امور کی ذاتی طور پر نگرانی کر رہا ہوں تاکہ اسے مقررہ مدت اور اعلیٰ معیار کے مطابق مکمل کیا جا سکے۔ مصطفیٰ کمال نے کہا کہ وزیر اعظم پاکستان منصوبے کی پیش رفت کا باقاعدگی سے جائزہ لے رہے ہیں جو اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ مزید برآں سعودی سفیر نواف بن سعید المالکی نے پاکستان کی ترقی کے لیے سعودی عرب کی مسلسل حمایت کے عزم پر اتفاق اور سعودی قیادت کی جانب سے نیک تمناؤں کا پیغام اور پاکستان کی خوشحالی و ترقی کا اعادہ کیا۔

بقیہ 31

والی سہولیات کا جائزہ لیا گیا۔ اس دورے کے موقع پر ہسپتال کے آر ایم او ڈاکٹر معیز نے اسسٹنٹ کمشنر سٹی کوئٹہ کو ہسپتال کے مجموعی انتظامی وطبی امور کے حوالے سے تفصیلی بریفنگ دی۔ بریفنگ میں مریضوں کی یومیہ آمد، ادویات کی دستیابی، طبی آلات، مختلف شعبہ جات کی کارکردگی اور درپیش مسائل سے متعلق آگاہ کیا گیا۔ اسسٹنٹ کمشنر (سٹی) کوئٹہ امیر حمزہ نے ہسپتال کے مختلف شعبوں کا دورہ کیا جن میں میڈیسن وارڈ، ایمرجنسی یونٹ، لیبارٹریز، ویکسی نیشن سینٹر اور آپریشن تھیٹرز شامل تھے۔ انہوں نے مریضوں سے ملاقات بھی کی اور انہیں فراہم کی جانے والی طبی سہولیات کے بارے میں دریافت کیا۔ اس موقع پر صفائی ستھرائی، ادویات کے اسٹاک، طبی آلات کی فعالیت اور سٹاف کی موجودگی کا بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ اسسٹنٹ کمشنر نے متعلقہ حکام کو ہدایت جاری کرتے ہوئے کہا کہ ہسپتال میں ادویات کی بلا تعطل فراہمی کو ہر صورت یقینی بنایا جائے اور تمام ڈاکٹرز، پیرامیڈیکل سٹاف اور دیگر ملازمین اپنی حاضری اور ذمہ داریوں میں غفلت کا مظاہرہ نہ کریں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ عوام کو ان کی دہلیز پر معیاری، بروقت اور بہتر طبی سہولیات کی فراہمی حکومت بلوچستان کی اولین ترجیح ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ وزیر اعلیٰ بلوچستان کے صحت اصلاحات وژن کے تحت سرکاری ہسپتالوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور عوام کا اعتماد بحال کرنے کے لیے ایسے دورے اور مانیٹرنگ کا سلسلہ جاری رکھا جائے گا، تاکہ شہریوں کو علاج معالجے کی معیاری سہولیات میسر آ سکیں۔

بقیہ 32

پاکستان نے مالی سال 26-2025 کی جولائی تا جنوری مدت کے دوران تقریباً 2 لاکھ 48 ہزار ٹن آلو برآمد کیے، جو بدلتے ہوئے تجارتی حالات کے باوجود عالمی منڈیوں میں مستحکم موجودگی کو ظاہر کرتا ہے۔ مالیاتی لحاظ سے برآمدات کا حجم تقریباً 56 ملین ڈالر رہا، جو ویلتھ پاکستان کے پاس دستیاب سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اس عرصے کے دوران طلب میں تسلسل اور رسد کے استحکام کی عکاسی کرتا ہے۔ متحدہ عرب امارات سب سے بڑی برآمدی منڈی کے طور پر سامنے آیا، جس کے بعد سری لنکا کا نمبر رہا، جبکہ افغانستان ایک اہم علاقائی مارکیٹ کے طور پر برقرار رہا۔ مالی سال کی پہلی ششماہی میں افغانستان کو برآمدات 29,411.90 ٹن رہیں۔ خلیجی خطہ جس میں متحدہ عرب امارات، قطر اور عمان شامل ہیں۔ پاکستانی آلو کے لیے مسلسل مستحکم طلب کا مظاہرہ کرتا رہا۔ دیگر منڈیوں میں سری لنکا ایک اہم خریدار کے طور پر ابھرا تاہم اس کی درآمدات مقامی رسد کی صورتحال کے مطابق اتار چڑھا کا شکار رہیں۔ صومالیہ جیسے نسبتاً چھوٹے ممالک نے بھی محدود مقدار میں درآمدات کیں، جو پاکستان کی برآمدی منڈیوں میں تدریجی تنوع کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس شعبے کے لیے ایک اہم مثبت پیش رفت روسی مارکیٹ کی بحالی ہے۔ پاکستان ہارٹیکلچر ڈویلپمنٹ اینڈ ایکسپورٹ کمپنی کے مینیجر ایگری پراڈکٹس خاور ندیم کے مطابق روس کی جانب سے پنجاب سے آلو کی درآمدات کی اجازت ملنے کے بعد پاکستان کو زرعی تجارت میں نمایاں فائدہ حاصل ہوا ہے۔ نیشنل پلانٹ پروٹیکشن آرگنائزیشن) این پی پی او (نے مئی 2025 سے نافذ فائٹوسینیٹری پابندیاں ختم کردیں، جس کے بعد برآمد کنندگان کو دوبارہ ترسیلات شروع کرنے کی اجازت مل گئی۔ ابتدائی مرحلے میں روس نے 8 اپریل سے تین پاکستانی کمپنیوں کو آلو برآمد کرنے کی اجازت دی ہے۔ خاور ندیم نے بتایا کہ منظور شدہ برآمد کنندگان کی تعداد بڑھانے کے لیے کوششیں جاری ہیں اور مزید کمپنیوں کے لیے اجازت حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تقریباً 40 کمپنیوں کی فہرست روسی حکام کو پہلے ہی ارسال کی جاچکی ہے اور مزید رسائی کے لیے رابطے جاری ہیں۔ خاور ندیم کے مطابق یہ پیش رفت ایسے وقت میں سامنے آئی ہے جب ملک میں آلو کی پیداوار ریکارڈ سطح پر ہے۔ اس سال پیداوار تقریباً 1 کروڑ 20 لاکھ میٹرک ٹن ہے جبکہ گزشتہ سال یہ 87 لاکھ میٹرک ٹن تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ملک کو 40 سے 45 لاکھ میٹرک ٹن زائد پیداوار کی توقع ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ پاکستان عام طور پر سالانہ 5 لاکھ سے 6 لاکھ ٹن آلو برآمد کرتا ہے، جو اس شعبے کی مضبوط برآمدی صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے۔ حالیہ رجحانات کے مطابق پاکستان کی آلو برآمدات میں لچک برقرار رہی ہے۔ مالی سال 23-2022 میں مضبوط آمدن کے بعد 24-2023 میں کمی دیکھی گئی، جبکہ 25-2024 میں زیادہ حجم کی بنیاد پر بحالی ہوئی۔ موجودہ مالی سال میں بھی یہی رجحان جاری رہنے کی توقع ہے، جہاں

بقیہ 33

دستکاری علوم کا فروغ اور فنی اداروں کا ہر گلی محلہ میں ہونا بے روزگاری کا خاتمہ اور ملکی ترقی کا ذریعہ ہیں نور محمد انصاری دستکاری سکول سوشل ویلفیئر سوسائٹی غلام محمد اباد کی فنی خدمات لائق صد تحسین ہیں متحرک عوامی و فلاحی رہنما رانا سکندر اعظم خاں سابق صدر چیمبر اف کامرس اینڈ انڈسٹری نے نور محمد انصاری دستکاری سکول کا تفصیلی دورہ کیا اس موقع پر سابق ناظم و کونسلر میاں طاہر ایوب شیخ ابرار احمد جنرل سیکرٹری محمد ارشد قاسمی محمد یوسف انصاری بھی موجود تھے رانا سکندر اعظم خاں نے کہا دستکاری سکول میں طالبات کو مختلف شعبہ جات بیوٹی پارلر، کمپیوٹر ٹیکسٹائل ڈیزائننگ ڈریس میکنگ، سپوکن انگلش بیسک کمپیوٹر، ڈیجیٹل مارکیٹنگ مہارت حاصل کرتے دیکھ کر دلی مسرت ہوئی بلاشبہ ادارہ علاقہ اور گردونواح خواتین کو باہنر بنانے میں تاریخ ساز کردار ادا کر رہا ہے موجودہ دور جس میں مہنگائی ناقابل برداشت حد تک بڑھ چکی ہے عام کیا اب متوسط طبقات کے لئے جینا محال اور مشکل ترین بن چکا ہے اس میں وہی افراد اور وہی خواتین جی سکیں گی جن کے پاس کوئی نہ کوئی ہنر ہوگا ہنرمند افراد اپنے لئے راستے خود بخود پیدا کرتے چلے جاتے ہیں سچی بات ہے کہ ہنرمند کبھی بھوکا نہیں مرتا انہوں نے طالبات سے متعدد سوالات اور جاری فنی تربیت کا بھی پوچھا طالبات کے انہماک کو بھی سراہا محمد ارشد قاسمی جنرل سیکرٹری نے کہا شہر کے صف اول کے عملی متحرک اور جہاندیدہ فلاح کاروں کا ادارہ وزٹ کرنا بڑی سعادت ہے 1960 سے قائم ادارہ سے ہزاروں طالبات فنی تربیت حاصل کرکے اپنے اپنے علاقوں اور گھروں میں باعزت روزی کما رہی ہیں اسی ادارہ کی فارغ التحصیل طالبات کو ہر سال سلائی مشینوں اور بیوٹی بکس کے سدا بہار تحفے بھی دئے جاتے ہیں مارچ 2026 طالبات میں 61 سلائی مشینز اور 25 بیوٹی بکس تقسیم کیے جاچکے ہیں اسی طرح طالبات کی شادی پر انہیں فری دلہن بنانے اور قرآن مجید کا تحفہ بھی پیش کیا جاتا ہے انہوں نے بتایا کہ اخلاص ایثار اور ذاتی اغراض سے ہٹ کر کئے گئے کام ہمیشہ سرخروئی

بقیہ 34

ایرانی تجزیہ کاروں نے کہا ہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے آبنائے ہرمز میں امریکی بحریہ کے ذریعے جہازوں کو حفاظتی حصار میں نکالنے کے اعلان کو ایران انسانی ہمدردی کے اقدام کے بجائے ایک اشتعال انگیزی کے طور پر دیکھ سکتا ہے۔ سینٹر فار انٹرنیشنل پالیسی کی سینئر فیلو اور ایران پوڈکاسٹ کی میزبان نگار مرتضوی نے گفتگو میں کہا کہ یہ جنگی علاقہ ہے اور ایران کی طرف سے اسے اسی طرح دیکھا جائے گا، اس اقدام کے باعث امریکی افواج اور وسائل ایران کی پہنچ کے مزید قریب آجائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ یہ واضح نہیں کہ یہ اقدام دھمکی ہے، مذاکراتی حکمت عملی یا ایران کی پیش کردہ تجاویز پر دباؤ ڈالنے کا طریقہ؟ لیکن ایران اسے کسی صورت انسانی ہمدردی کا مشن نہیں سمجھے گا، اگر واقعی ایران اس منصوبے میں شامل ہوتو پھر کسی بحری تحفظ یا حصار کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ نگار مرتضوی نے کہا کہ اگر ایران شامل ہو یعنی آبنائے ہرمز مکمل طور پر کھول دی جائے اور امریکہ پابندیاں ہٹالے تو پھر کسی حفاظتی مشن کی ضرورت نہیں رہتی، آبنائے ہرمز ایران کیلئے اہم اثاثہ ہے اور یہی بنیادی دباؤ کا ذریعہ ہے، ایران اس دباؤ کو جنگ کے خاتمے کیلئے استعمال کررہا ہے، اس کیلئے جنگ کا خاتمہ صرف عارضی جنگ بندی نہیں بلکہ مستقل امن ہے۔

بقیہ 35

ایران کے محکمہ خوراک وادویات کے سربراہ مہدی پیر صالحی نے کہا ہے کہ جنگ کے اثرات کے باعث ملک کے پیٹروکیمیکل اور فولاد کے شعبوں میں پیدا ہونے والی صورتحال نے ادویات کی قیمتوں میں اضافہ کردیا ہے۔ ایک بیان میں مہدی پیر صالحی نے کہا کہ ہم یقینی طور پر اس بات کی پیروی کررہے ہیں کہ بیمہ کے بجٹ پر نظرثانی کی جائے، ہمیں ناگزیر طور پر بعض ادویات کی قیمتوں میں ردو بدل کرنا پڑ رہا ہے۔ سربراہ محکمہ خوراک وادویات کہا کہا ہم نے پارلیمان اور تنظیم پلاننگ اور بجٹ کے ساتھ مذاکرات کیے ہیں تاکہ بیمہ فنڈنگ میں اضافہ یقینی بنایا جاسکے اور عوام پر براہ راست مالی بوجھ کو کم کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بعض ادویات کی قلت کا سامنا ہے، تاہم بنیادی اور جان بچانے والی ادویات کی فراہمی میں کوئی مسئلہ نہیں ہے، کچھ مخصوص برانڈ کی ادویات جو پہلے مغربی ممالک سے درآمد ہوتی تھیں، ان کی فراہمی میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ مہدی پیر صالحی کا مزید کہنا تھا کہ اس قلت کو دور کرنے کی کوشش جاری ہے، ادویات کے استعمال کو مقامی طور پر تیار کردہ مصنوعات کی طرف موڑنے کی ضرورت ہے۔

بقیہ 36

غزہ میں اسرائیل کی وحشیانہ کارروائیوں میں شہید ہونے والے 8 ہزار افراد کی لاشیں تاحال ملبے تلے دبی ہونے کی رپورٹ سامنے آئی ہے جہاں دو سالہ نسل کشی کے دوران ہونے والی تباہی کا ایک فیصد ملبہ بھی ہٹایا نہیں جاسکا ہے۔ اسرائیلی اخبار نے نام ظاہر کیے بغیر اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کے ایک عہدیدار کا حوالہ دے کر رپورٹ میں بتایا کہ غزہ میں ملبے ہٹانے کا کام سست روی سے جاری ہے اور اس کو مکمل ہونے میں 7 سال کا عرصہ لگ سکتا ہے۔ فلسطینی شہری اسرائیلی بم باری کے نتیجے میں تباہ ہونے والی عمارات کے ملبے میں دفن ہونے والے اپنے پیاروں کی لاشیں نکال کر سپرد خاک کرنے کے منتظر ہیں۔

TENDER NOTICE

The Pak Oman Hospital invites bids from eligible Bidders for supply of following items. **TSE-2526041027581 Only electronic bid will be submitted, No physical bid is required. Note: In All Procurements of GOB Whether Through Electronic or Manual Bid Submission, It is Mandatory For All Bidders to Get Registered At Electronic Public Procurement System of BPPRA GOB. Tender Fee 1500 PKR**

S.No	Class of Object	Bid Security
1	Medical Equipment and Accessories (Total Item(s) Count: 10)	400,000 PKR

Procurements shall be made under the Balochistan Public Procurement Rules – 2014. **Eligibility of Bidders:** 2 Assignments of Similar Nature and Complexity 20,000,000 in Previous 1 Years Turn over of at least 20,000,000 PKR in 1 Subsequent Previous Years Presence in Active Tax Payer List Sales Tax Certificate The bidding firm must not be currently blacklisted by any procuring agency of Pakistan JV is not permissible Submission of the required Bid Security In case Bid Security is not found as required during financial evaluation the bidding firm shall be declared as in-eligible and non-responsive Submission of the required Bidding document Fee Audit reports of firm Firm must be registered with SECP / Chamber of Commerce ISO Certification: ISO 9001 and ISO 45001 Bidder must submit Income Tax Returns for last 3 years Professional Tax Certificate Brochure of quoted item Document originality affidavit on stamp paper of Rs. 100, declaring correctness and completeness of information Local presence required Non-default certificate issued from FBR Authorization to quote the listed items **Procedure Of Procurement:** Single Stage Two Envelope Bidding Procedure **Bid Security:** The bids must accompany Bid Security in the form of Deposit at Call of amount 400,000 PKR specified above in the name of the under-signed from a scheduled bank. **Tender Documents:** The NIT & Bidding Document can be obtained electronically from www.bppra.gob.pk **Issuance of tender Documents:** Complete Bidding Document can be viewed at www.bppra.gob.pk **Last Date of bid submission:** Bid can only be submitted electronically latest by 18 May, 2026till 09:30 AM through supplier dashboard. **Tender opening:** All tenders will be opened on same day at 10:30 AM on EPPS System Address: Pak Oman Hospital Airport Road Pasni Phone no: 3331303672
Email: hospitalpakoman@gmail.com

CHIEF EXECUTIVE OFFICER
PAK OMAN HOSPITAL

AB No.1232/04-05-2026

www.dpr.gob.pk. @dpr_gob dpr.gob @dgpr.balochistan